الجهاد باب الجنة

جہاد جنت کا دروازہ ہے

سید احمد الحسن (علیہ السلام)

امام مہدی علیہ السلام کے وصی، اور رسول ہیں

(مَكِّنِ اللَّهُ لَهُ فِي الْأَرْضِ)

اللہ اسے زمین میں اقتدار دے

بسم الله الرحمن الرحیم

نام کتاب	جہاد جنت کا دروازہ ہے
مصنف	سید احمد الحسن (علیہ السلام)
مترجم	گروہ مترجمین انصار الامام المہدی (ع)
پہلا ایڈیشن	فروری 2026 - 13 شعبان 1447
ہدیہ	اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ الْأَئِمَّةِ وَالْمَهْدِيِّينَ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا

السید احمد الحسن (ع) کی دعوت کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے لے لیے نیچے دی گئی ویب سائٹ پر رجوع کیجیے۔

www.almahdyoon.com

https://www.yamaani.org

http://safeerimammahdi.org

فہرست

الاہداء... 6

مقدمہ 7

کس وجہ سے جہاد جنت کا دروازہ ہے؟ 9

جہادِ اکبر (نفس کا جہاد).. 10

1- چھری یعنی دنیا.. 12

2- نفس 14

جہادِ اکبر، جہادِ اصغر سے پہلے ہے 18

جہادِ اصغر 21

ادیانِ الٰہیہ میں جہاد... 21

جہاد کیوں؟.. 28

پہلی قسم: ہجومی جہاد.. 28

ساز و سامان اور تعداد 29

وحدت واتحاد... 35

ایمانی معاشرہ جو الٰہی انقلاب کے تصور سے باخبر اور باشعور ہو 38

دوسری قسم دفاعی جہاد 40

سوال کا جواب 44

تلوار، اور کلمے کے ذریعے جہاد کے درمیان وضاحت 47

بنی اسرائیل کے جہاد پر روشنی 48
طالوت کا واقعہ 48
رسول اللہ (ص) کے ساتھ مسلمانوں کے جہاد پر روشنی 51
حق کے ساتھ جہاد 56
اللہ کا کلمہ بلند ہے 57
ہر زمانے میں اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ کو کیسے پہچانا جائے؟ 58
مادی تہذیبی ترقی، اور روحانی تکامل 68
مادی اور اخلاقی تہذیب، اور جہاد 72
جہاد کا مقصد 75
جہاد، اور تہذیب کی تلاش 78
نصیحت 81
ضمیمہ (1) 83
ضمیمہ (2): قرآن کی روشنی میں چند اِشارات 96

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

(أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ)

(کیا تم نے یہ گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے؟ انہیں سختی، اور تکلیف پہنچی، اور انہیں ہلا کر رکھ دیا گیا، یہاں تک کہ رسول، اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے کہنے لگے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو! بے شک اللہ کی مدد قریب ہے) (البقرہ، 214)

(يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ * وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلاً عَظِيماً)

(اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے واضح کرے، اور تمہیں ان لوگوں کے طریقوں کی طرف ہدایت دے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، اور تمہاری توبہ قبول فرمائے، اور اللہ سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے، اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول فرمائے، اور جو لوگ خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم بڑی کجی کی طرف جھک جاؤ) (النساء: 26 – 27)

الاہداء

ان کے نام جنہوں نے اپنے خون سے اللہ کی محبت لکھ دی...

ان کے نام جنہوں نے اپنے خون سے لاإلہ إلا اللہ کی شہادت لکھ دی...

ان کے نام جنہوں نے زمین والوں کو اس دنیا کی پستی، اور کم مائیگی پہچنوائی...

ان سب کے نام جنہوں نے انبیاء، مرسلین ، اور ائمہ کی دعوت پر لبیک کہا

اور اللہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے صبر واستقامت کے ساتھ شہادت پائی...

اے پاکیزہ نفوس و نیک لوگوں کے سردار...

مجھ ایک جاہل و مسکین بندے سے میری اس ادنی سی پیشکش کو قبول کیجیے، اگرچہ میں اس کی اہلیت نہیں رکھتا

مقدمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَالحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ العالَمِينَ، وَصَلِّ اللهمَّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ الأَئِمَّةِ وَالمَهْدِيِّينَ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا۔

اور تمام تعریفیں اللہ ربّ العالمین کے لیے ہیں، اور اے اللہ تو محمد، اور آلِ محمد الائمہ والمہدیین پر درود وسلام بھیج۔

ہمیشہ انسانوں اور جنّات کے شیاطین انبیاء اور اوصیاء کے بارے میں، جن پر وہ خود ایمان نہیں رکھتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی نبوت اور رسالت کو مانتے ہیں، شبہات پھیلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، ان ہی شبہات میں سے ایک شبہہ یہ بھی ہے کہ انبیاء، واوصیاء سخت مزاج، شدید، جنگ کرنے والے، اور وہ اپنی مخالفت کرنے والوں کے مقابلے میں تلوار اٹھانے والے تھے۔

اور گویا رسول اُس وقت تک رسول نہیں ہوتا جب تک وہ عیسیٰ (ع) کے شبیہ کی طرح پوری نرمی اور سکون کے ساتھ اپنے آپ کو اُن ظالموں کے حوالے نہ کردے جن کے دل ہر طرح کی رحمت سے خالی ہیں، پھر اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں، اور اسے سولی (صلیب) پر چڑھایا جائے، اور وہ بغیر کسی مزاحمت کے قتل کردیا جائے۔ اسی طرح سے اللہ کے دشمن اور جنوں اور انسانوں میں سے شیطانوں کے گروہ یہی چاہتے ہیں کہ ہر رسول کو قتل کردیا جائے تاکہ ان کے لیے میدان خالی ہو جائے۔ پھر اگر رسول اپنے جلادوں کے مقابلے میں مزاحمت کرے یا اپنے ذات اور آسمانی پیغام کے دفاع کرنے کے لیے تلوار اٹھا کر جہاد اور قتال کرئے تو وہ ان کے نزدیک رسول ہی نہیں رہتا۔

آج بھی وہ پوری قوت کے ساتھ اسی باطل عقیدہ پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں، تاکہ لوگ اللہ سبحانہ کے رسولوں کے (المُعَزِّی)[1] کی نصرت نہ کرسکیں جو زمین والوں پر اللہ سبحانہ وتعالی کے جبار کے غضب کی تلوار کو اٹھائے ہوئے ان لوگوں کے خلاف آئے گا کہ جنہوں نے زمین کو ظلم، جور، اور فساد سے بھر دیا ہے۔

---

[1] - سید احمد الحسن (ع) المعزّی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جس کے آنے کی خبر عیسیٰ (ع) نے دی ہے، جب انہوں نے فرمایا: (اور اب میں اُس کے پاس جارہا ہوں جس نے مجھے بھیجا ہے، اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہ پوچھے کہ تو کہاں جارہا ہے۔ لیکن چونکہ میں نے یہ بات تم سے کہی ہے،

میں ان چند سطروں میں اللہ کے انبیاء، اور اس کے رسولوں، اور ان کے شیعوں کا دفاع کرنے کی کوشش کروں گا، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ جب میدانِ دعوت میں کلمۂ طیبہ (اچھی گفتگو کرنے) کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہے تو انہیں طاغوتوں اور ان کے پیروکاروں کے مقابل تلوار اٹھانے کا پورا حق حاصل ہے، تو میں گفتگو کو صرف اُن امور تک محدود رکھنے کی کوشش کروں گا جنہیں میں حقیقت تک پہنچنے کے لیے ضروری سمجھتا ہوں، تاکہ اس کے بعد انسان کو حق کی پیروی اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کی توفیق حاصل ہو سکے، اور تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔

المذنب المقصر

گناہ گار اور کوتاہی کرنے والا

أحمد الحسن

15 ذو الحجة 1427 هـ. ق

اس لیے غم نے تمہارے دل بھر دئے ہیں۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ میں چلا جاؤں؛ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو المعزّی تمہارے پاس نہیں آئے گا، لیکن اگر میں چلا جاؤں گا تو میں اُسے تمہارے پاس بھیجوں گا۔ اور جب بھی وہ آئے گا تو دنیا کو گناہ، اور نیکی اور عدالت کا فیصلہ پر ملامت کرئے گا۔

گناہ کے بارے میں: (کیونکہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے)، نیکی کے بارے میں: (کیونکہ میں اپنے باپ کی طرف جارہا ہوں، اور تم مجھے پھر نہیں دیکھو گے) اور عدالت کا فیصلہ کے بارے میں: (کیونکہ اس دنیا کے سردار پر فیصلہ ہو چکا ہے۔)

میرے پاس ابھی بھی بہت سی باتیں ہیں جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں، لیکن تم ابھی انہیں برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ (روح حق) آئے گا تو وہ تمہیں تمام حق کی طرف رہنمائی کرے گا؛ کیونکہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں بولے گا بلکہ جو کچھ وہ سنے گا وہی بولے گا۔) انجیلِ یوحنا، باب سولہ۔

اور المعزّی وہ قائمِ آلِ محمد (ع) ہیں، جو نصاری کے لیے عیسیٰ (ع) کے رسول ہیں، اور عیسیٰ کے سولی پر چڑھنے کی شبیہ بھی وہی ہیں۔ مزید وضاحت کے لیے: (رسالۃ الہدایۃ)، (وصی ورسول الإمام المہدی فی التوراۃ والإنجیل والقرآن)، اور انصارِ امام مہدی کی دیگر کتابیں کی طرف رجوع کریں۔

کس وجہ سے جہاد جنت کا دروازہ ہے؟

جہاد دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے: روحوں کے جہاد، اور جسموں کے جہاد ، یا جہادِ اکبر، اور جہادِ اصغر [1] اور چونکہ جہادِ اکبر کا پہلا نتیجہ اللہ کے خلیفہ کی پیروی اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے یعنی اللہ کے خلیفہ کو ویسے ہی سجدہ کرنا ہے جیسا کہ فرشتوں نے آدم (ع) کو سجدہ کیا تھااور چونکہ اللہ کی زمین پر اللہ کا خلیفہ ہی حقیقی جنت ہے، بلکہ درحقیقت ملکوتی جنّتیں خلفاء کے انوار سے پیدا کی گئی ہیں، [2] لہٰذا اس حالت میں جنت کا دروازہ جہادِ اکبر ہے، کیونکہ وہ اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفہ کی معرفت اور اس کی پیروی تک پہنچانے کا خاص دروازہ ہے اور اللہ کا خلیفہ ہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت کا دروازہ ہے۔ [3]

---

[1] - شیخ کلینی علی بن ابراہیم، اپنے والد سے، النوفلی سے، السکونی سے، امام ابو عبد اللہ (ع) سے روایت کیا ہے، کہ نبی نے ایک لشکر بھیجا، جب وہ لوٹ کر آئے تو آپ نے فرمایا: **(مَرْحَبًا بِقَوْمٍ قَضَوُا الجِهَادَ الأَصْغَرَوَبَقِيَ الجِهَادُ الأَكْبَرُ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا الجِهَادُ الأَكْبَرُ؟ قَالَ: جِهَادُ النَّفْسِ)** مرحبا اُن لوگوں کو جنہوں نے جہادِ اصغر پورا کر لیا، اور جہادِ اکبر باقی رہ گیا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! جہادِ اکبر کیا ہے؟ فرمایا: نفس کے ساتھ جہاد۔ بحار الانوار، ج25، ص21۔

[2] - جابر بن عبد اللہ سے، اس نے کہا: میں نے رسول اللہ (ص) سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلی چیز کیا پیدا کی؟ تو آپ نے فرمایا: (اے جابر! اللہ نے سب سے پہلے تمہارے نبی کا نور کو پیدا کیا، پھر اسی نور سے ہر نیک وا چھی چیز کو پیدا کیا، پھر اسے اپنے سامنے مقامِ قرب میں جتنا چاہا قائم رکھا، پھر اسے حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ سے عرش کو پیدا کیا، ایک حصہ سے کرسی کو، ایک حصہ سے حاملینِ عرش (عرش کے اٹھانے والوں)، اور کرسی کے خزانچیوں کو، اور چوتھے حصہ کو مقامِ محبت میں جتنا اللہ نے چاہا قائم رکھا، پھر اسے دوبارہ حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ سے قلم کو پیدا کیا، ایک حصہ سے لوح کو، ایک حصہ سے جنت کو، اور چوتھے حصہ کو مقامِ خوف میں جتنا اللہ نے چاہا، قائم رکھا، پھر اسے حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ سے فرشتوں کو پیدا کیا، ایک حصہ سے سورج کو، ایک حصہ سے چاند، اور ستاروں کو، اور چوتھے حصہ کو مقامِ رجاء میں جتنا اللہ نے چاہا قائم رکھا، پھر اسے حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ سے عقل کو پیدا کیا، ایک حصہ سے علم کو ، اور حلم کو، ایک حصہ سے عصمت، اور توفیق کو، اور چوتھے حصہ کو مقامِ حیا میں جتنا اللہ نے چاہا قائم رکھا، پھر اللہ نے اس نور کی طرف ہیبت کی نظر سے دیکھا، تو وہ نور جھلک پڑا (نمی کا باریک قطروں کی صورت میں ظاہر ہوا)، اور اس میں سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے ٹپکے، تو اللہ نے ہر قطرے سے ایک نبی ، اور رسول کی روح کو پیدا کی۔ پھر انبیاء کی روحوں نے سانس لیا، تو اُن کے سانسوں سے اولیاء، شہداء، اور صالحین کی روحوں کو پیدا کیا گیا۔) بحار الانوار، جلد 25، صفحہ 21۔

[3] - ابو عبد اللہ (ع) سے روایت ہے: **(أَبَى اللهُ أَنْ يُجْرِيَ الأَشْيَاءَ إِلَّا بِالأَسْبَابِ، فَجَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا، وَجَعَلَ لِكُلِّ سَبَبٍ شَرْحًا، وَجَعَلَ لِكُلِّ شَرْحٍ مِفْتَاحًا، وَجَعَلَ لِكُلِّ مِفْتَاحٍ عِلْمًا، وَجَعَلَ لِكُلِّ عِلْمٍ بَابًا نَاطِقًا، مَنْ عَرَفَهُ عَرَفَ اللهَ، وَمَنْ أَنْكَرَهُ أَنْكَرَ اللهَ، ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ وَنَحْنُ۔)** (اللہ تعالیٰ نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ وہ چیزوں کو بغیر اسباب کے جاری کرئے، پس اُس نے ہر چیز کے لیے ایک سبب قرار دیا، اور ہر سبب کے لیے ایک شرح، اور ہر شرح کے لیے ایک کنجی، اور ہر کنجی کے لیے ایک علم، اور ہر علم کے لیے ایک بولنے

اور جہاں تک جہادِ اصغر کا تعلق ہے، تو وہ اللہ سبحانہ و تعالی کی رضا کے سوا کسی بھی معاوضے کا ارادہ کیے بغیر ، اللہ کے راستے پر مال و جان کو خرچ کرنا ہے۔ جان کے نذرانہ کو پیش کرنا سب سے بڑی سخاوت ہے، تو پھر جہادِ اصغر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کیوں نہ ہو، بلکہ انسان کی اس کوشش کے بعد کہ وہ اپنے خون کے ساتھ (لاإلہ إلا اللہ) کی گواہی دے، وہ جنت کے سب سے کشادہ دروازوں میں سے ہو جاتا ہے۔

***

جہادِ اکبر (نفس کا جہاد)

انسان کا دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے[1]؛ ایک انگلی شیطان ہے تو دوسری فرشتہ، یا ایک انگلی تاریکی ہے تو دوسری نور و روشنی، یا ایک انگلی جہل ہے تو دوسری انگلی عقل ہے۔

اور دل ان دو انگلیوں کے درمیان ہے، تو نفس کا جہاد یہ ہے کہ ملک، نور اور عقل کے ساتھ اللہ کی طرف کوشش کی جائے ، اور شیطان، تاریکی ، اور جہالت کو ترک کیا جائے۔

والا دروازہ مقرر کیا۔ جس نے اسے پہچان لیا اُس نے اللہ کو پہچان لیا، اور جس نے اس کا انکار کیا اُس نے اللہ کا انکار کیا۔ وہ دروازہ رسول اللہ (ص) ، اور ہم ہیں۔) بصائر الدرجات، صفحہ 26۔

عبدالرحمٰن بن کثیر سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (ع) کو فرماتے یوئے سنا: (نَحْنُ وُلَاةُ أَمْرِ اللهِ، وَخَزَنَةُ عِلْمِ اللهِ، وَعَيْبَةُ وَحْيِ اللهِ، وَأَهْلُ دِينِ اللهِ، وَعَلَيْنَا نَزَلَ كِتَابُ اللهِ، وَبِنَا عُبِدَ اللهُ، وَلَوْلَانَا مَا عُرِفَ اللهُ، وَنَحْنُ وَرَثَةُ نَبِيِّ اللهِ وَعِتْرَتُهُ) (ہم اللہ کے امر کے والی ہیں، ہم اللہ کے علم کے خزانہ دار ہیں، ہم اللہ کی وحی کے امین ، اور اس کے دین کے اہل ہیں، ہم پر ہی اللہ کی کتاب نازل ہوئی ہے، اللہ کی عبادت ہماری معرفت کے ذریعے کی گئی، اور اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کو نا پہچانا جاتا، اور ہم اللہ کے نبی کے وارث، اور ان کی عترت ہیں۔) بصائر الدرجات، صفحہ 81۔

اور برید العجلی سے روایت ہے، اس نے کہا میں نے ابو جعفر (ع) کو فرماتے ہوئے سنا: (بِنَا عُبِدَ اللهُ، وَبِنَا عُرِفَ اللهُ، وَبِنَا وُحِّدَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، وَمُحَمَّدٌ حِجَابُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى۔) (اللہ کی عبادت ہمارے ذریعے سے ہوئی، اور اللہ کی معرفت ہمارے ذریعے سے ہوئی، اور اللہ کی توحید ہمارے ذریعے سے ثابت ہوئی، اور محمد اللہ تبارک و تعالی کا حجاب ہیں۔) الکافی، جلد 1، صفحہ 145۔ اور ان روایات کے علاوہ دوسری روایات کہ جو اس حقیقت کو بیان کرتی ہیں کہ جن کو ان (ع) نے بیان فرمایا ہے۔

1- نبی کریم (ص) سے روایت ہے: (قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ) (مومن کا دل رحمان کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔) عوالی اللئالی، جلد 1، صفحہ 48۔

اور چونکہ شیطان کا مقصد،اور غرض یہی ہے کہ وہ انسان کو جہنم کی وادی میں گرادئے ،اور جب وہ نہایت مہربان، رحم کرنے والے ،اور کریم خالق کی نافرمانی کرے تواسے رب العالمین کے سامنے رسوا کن حالت میں لا کھڑا کرے ،اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس کے لیے لازم ہے کہ وہ ایسے ہتھیار استعمال کرے جن کی مدد سے وہ اپنے ارادے کو نافذ کرے۔

اور یہ ہتھیار ظاہر سے مخفی تک ،اور کمزوری سے طاقت تک مختلف درجوں میں ہوتے ہیں،اور ہر ایک اس کے حالات کے مطابق ہوتا ہے، تو ہر طبقے کو گمراہ کرنے کے لیے اس کے مناسب ہتھیار موجود ہوتے ہیں۔

اور (اپنے دشمن کو پہچانو) کے عنوان کے تحت، میں ان ہتھیاروں کا ذکر کرتا ہوں، تاکہ جو شخص جہادِ اکبر کے ذریعے جہاد کرنا چاہتا ہے وہ اپنے دشمن کو پہچان سکے ،اور نتیجتاً وہ اپنے آپ کو آگ سے بچاسکے ،اور وہ اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لیے مناسب حفاظتی تدابیر اختیار کرسکے، تاکہ وہ شیطان (اللہ اس پر لعنت کرے) کے لیے آسانی سے شکار نہ بن سکے۔

سب سے پہلے، بلکہ ہر چیز سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ انسان کے گمراہی کی طرف مائل ہونے کے محرکات مرکب اور ایک دوسرے سے گتھے ہوئے ہیں، تو شیطان (اللہ اس پر لعنت کرے) اسی پیچیدہ ترکیب میں سے ہر انسان کے لیے وہ پہلو استعمال کرتا ہے جو اسے گمراہ کرنے کے لیے موزوں ثابت ہوتی ہے؛ کیونکہ انسان اس مادی دنیا میں زندگی گزار رہا ہے ،اور اسی وقت وہ اسی جسمانی عالم ،اور اسی دنیاوی زندگی میں آزمائش میں ڈالا گیا ہے، لہٰذا انسان کا نفس،اور اس کا ماحول دونوں شیطان کے ہتھیاروں کے حوالے سے بحث کا مرکز ہیں، چنانچہ نفس، اور اس کے ماحول ہی سے شیطان (اللہ اس پر لعنت کرے) انسان کو گمراہ کرنے ،اور اسے جہنم کی کھائی میں گرانے کے لیے ہتھیار استعمال کرتا ہے، اور انسان کا ماحول یہی جسمانی عالم یا دنیاوی زندگی ہے۔

لہٰذا تحقیق ایک طرف سے دنیا، اور انسانی نفس، اور دوسری جانب خود انسانی نفس کے بارے میں ہوگی؛ کیونکہ ہتھیار یا تو یہ ہوتا ہے کہ:

مادی دنیا ،اور انسانی نفس کے امتزاج سے ہوگا، جیسے چھری، اور وہ جسم جس میں اسے گھونپا جاتا ہے، اور اس کی مثال زانی مرد ،اور زانی عورت ہیں، چنانچہ شیطان عورت یا مرد کو استعمال کرتا ہے ،اور ساتھ ہی اس انسان کے نفس میں موجود جنسی کمزوری کا بھی سہارا لیا ہے جسے وہ گمراہ ،اور ہلاکت کی کھائی میں گرانا چاہتا ہے۔ تو مرد کی

نسبت جس نے زنا کے ذریعے اللہ کی نافرمانی کی، اس کے لیے عورت وہ چھری بنی جس کے ذریعے سے شیطان نے اس پر وار کیا، اور اس مرد کی جنسی کمزوری وہ جگہ بنی جہاں شیطان نے اسے وار کیا۔

یہ کہ ہتھیار انسانی نفس کے اندر سے ہی ہو گا، تو چھری، اور وار کی جگہ ایک ہی ہو گی، اور وہ نفس ہے، تو مادی دنیا کی کوئی چیز اس میں نہیں پائی جاتی، اور اس کی مثال عُجب ہے۔

پس ہم چھری (دنیا) کی معرفت اور وہ جسم جس میں اسے گھونپا جاتا ہے (نفس) کی معرفت اور نفسی چھری (اور وہ وہی چھری، اور ہتھیار ہے کہ جو نفس سے لیا جاتا ہے اور نفس ہی میں گھونپا جاتا ہے) کی معرفت کی ضرورت ہے اور جب ہمیں اس کی توفیق ملے گی تو ہم شیطان کے ہتھیاروں کو اجمالی طور پر جاننے کے بعد تفصیلی طور پر جان لیں گے، تو ہم دونوں اجمالی معرفت (یعنی نفس، اور دنیا دونوں شیطان کا اسلحہ ہیں) اور تفصیلی معرفت کے محتاج ہیں جسے میں چھوڑتا ہوں کیونکہ وہ اسی اجمال سے شاخ در شاخ نکلتے ہیں۔

اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ دنیا، اور انسانی نفس پر اس حیثیت سے ایک نظر ڈالی جائے کہ وہ شیطان کے لیے ہتھیار ہیں۔

1- چھری یعنی دنیا

اور جسمانی عالم کہ جو انسان کو گھیرے ہوئے ہے وہ جمادات، نباتات، حیوانات، اور اس کے علاوہ دوسرے انسانوں میں تقسیم ہو جاتا ہے، اور ان سب کے ساتھ انسان کا تعلق یا تو موافقت کا ہوتا ہے یا مخالفت کا، چنانچہ مثال کے طور پر وہ زمین، سونا، چاندی، کھیتی باڑی، جانوروں کی ملکیت رکھنا، اور اپنے مخالف جنس کے ساتھ اپنی شہوت پوری کرنا پسند کرتا ہے، (زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ)[1] (لوگوں کے لیے عورتوں، بیٹوں، سونے، اور چاندی کے ڈھیروں، نشان زدہ گھوڑوں، مویشیوں، اور کھیتی کی محبت آراستہ کر دی گئی ہے، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے، اور اللہ کے پاس ہی بہترین ٹھکانا ہے۔)

اور وہ نقصان پہنچنے کو پسند نہیں کرتا ہے، جیسے میدانِ جنگ میں قتل ہونا، اور یہی جہاد کے ممکنہ نتائج میں سے ہے: (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ

---

[1] - سورۂ آل عمران، آیت 14۔

لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لا تَعْلَمُونَ)[1] (تم پر جنگ کرنا فرض کیا گیا ہے جب کہ وہ تمہیں ناگوار ہے، اور یہ ممکن ہے کہ جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو وہ تمہارے لئے اچھی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس چیز کو تم پسند کرتے ہو وہ تمہارے لئے بری ہو (اچھی نہ ہو) اصل بات یہ ہے کہ اللہ بہتر جانتا ہے تم نہیں جانتے۔)

اور (یہ بات) بیان کرنا ضروری ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلے میں ایک ایسی سوتن ہے جو کسی انسان کے دل میں اس کے ساتھ کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتی[2]، تو وہ دونوں ایک دوسرے کے بالکل مخالف سمتوں میں ہیں، جب انسان ان میں سے ایک کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دوسری سے منہ موڑ لیتا ہے، اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں کو اپنی نظر یا اپنے دل میں جمع کر لے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ)[3] (جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں، اور جو شخص دنیا کی کھیتی چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے دے دیتے ہیں، اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوتا۔)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلاهَا مَذْمُوماً مَدْحُوراً * وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُوراً)[4] (جو کوئی دنیا کا خواہشمند ہو تو ہم جسے جتنا چاہتے ہیں اسی (دنیا) میں جلدی دے دیتے ہیں پھر اس کے لئے دوزخ قرار دیتے ہیں جس میں وہ ملامت زدہ، اور راندہ ہوا داخل ہو گا (اور اسے تاپے گا) اور جو کوئی آخرت کا طلبگار ہوتا ہے، اور اس کے لئے ایسی کوشش بھی کرے جیسی کہ کرنی چاہیئے حالانکہ وہ مؤمن بھی ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش مشکور ہو گی)

---

[1] - سورۂ بقرہ، آیت 216۔

[2] - امیر المؤمنین علی بن ابی طالب (ع) نے فرمایا: (إِنَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ عَدُوَّانِ مُتَفَاوِتَانِ وَسَبِيلَانِ مُخْتَلِفَانِ، فَمَنْ أَحَبَّ الدُّنْيَا وَتَوَلَّاهَا أَبْغَضَ الْآخِرَةَ وَعَادَاهَا، وَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَاشٍ بَيْنَهُمَا، كُلَّمَا قَرُبَ مِنْ وَاحِدٍ بَعُدَ مِنَ الْآخَرِ، وَهُمَا بَعْدُ ضَرَّتَانِ) (بے شک دنیا اور آخرت دو مختلف دشمن اور دو مختلف راستے ہیں، پس جس نے دنیا سے محبت کی اور اسے اختیار کیا اس نے آخرت سے بغض رکھا اور اس سے دشمنی کی۔ یہ دونوں مشرق اور مغرب کی مانند ہیں اور ان کے درمیان چلنے والا جتنا ایک کے قریب ہوتا ہے اتنا ہی دوسرے سے دور ہو جاتا ہے اور وہ دونوں سوتنوں کی طرح ایک دوسرے سے دور ہیں۔) نہج البلاغہ بشرح محمد عبدہ، جلد 4، صفحہ 23۔

[3] - سورۂ شوریٰ، آیت 20۔

[4] - سورۂ اسراء، آیات 18–19۔

اور انسان کو گھیرے ہوئے اس مادی ترکیب سے اور خود انسان کے نفس سے، بالخصوص اس میں موجود رخنوں اور کمزوری کی جگہوں سے ہی شیطان (اللہ اس پر لعنت کرے) کا ہتھیار بنتا ہے۔

2- نفس

اور یہی مصیبت کی جڑ، اور بیماری کا گھر ہے، پس اگر اس میں دنیا کی شہوات کے موافق رخنے موجود نہ ہوتے اور اگر اس میں علت العلل یعنی (انا) نہ ہوتی، تو شیطان کے لیے انسان پر کوئی راستہ نہ ہوتا، پس نفس کی صحت سے آدم کا بیٹا صحیح رہتا ہے، اور اس کی بیماری سے وہ بیمار ہوتا ہے، اور نفس کی موت سے وہ مر جاتا ہے

اور شیطان (اللہ اس پر لعنت کرے) یا تو نفس میں موجود انا کو استعمال کر کے اسی پر وار کرتا ہے، تو یوں شیطان کا ہتھیار اسی میں ہی ہوگا، اور اسی میں ہی وہ وار کرے گا، یا پھر شیطان (اللہ اس پر لعنت کرے) دنیا میں موجود چیزوں کو استعمال کر کے نفس کے رخنوں (کمزوریوں) میں وار کرتا ہے۔

اور اب ہم نے شیطان کے ہتھیار اور اس کی اس ترکیب کو، جو نفس اور اس کے ماحول سے مرکب ہے، پہچان لیا ہے اور اسی سے ہم یہ معنی سمجھتے ہیں کہ نفس کا جہاد ہی جہادِ اکبر ہے؛ کیونکہ اس معرکے میں نفس کی مضبوطی ہی (انسان کو) شیطان پر غلبہ پانے، اسے شکست دینے، اور اس کے ہتھیار کو توڑنے تک پہنچاتی ہے۔

رہی بات ظلمت، جہل، اور شیطان کے ہتھیاروں کی تفصیل کی تو میں اسے آلِ محمد کی ان قیمتی جواہرات میں سے اس گوہر کے لیے چھوڑتا ہوں جس نے جہل کے لشکروں اور عقل کے لشکروں کو بیان کیا ہے، تاکہ مومن جہل کے لشکروں کو چھوڑنے کے بعد، عقل کے لشکروں سے آراستہ ہو جائے، تو اس وقت اس کی عقل مکمل ہو جائے گی اور وہ اللہ کے ذریعے شیطان کے ہتھیاروں سے محفوظ ہو جائے گا۔

شیخ کلینی نے (الکافی) میں ہمارے چند اصحاب سے روایت کی ہے، احمد بن محمد سے، علی بن حدید سے، سماعۃ بن مہران سے روایت کیا ہے، اس نے کہا: میں ابو عبد اللہ (ع) کے پاس تھا، اور ان کے پاس ان کے موالیوں کا ایک گروہ موجود تھا، تو عقل اور جہل کا ذکر ہوا، تو ابو عبد اللہ (ع) نے فرمایا: (اِعْرِفُوا الْعَقْلَ وَجُنُودَهُ وَالْجَهْلَ وَجُنُودَهُ تَهْتَدُوا. قَالَ سَمَاعَةُ: فَقُلْتُ: جُعِلْتُ فِدَاكَ، لَا نَعْرِفُ إِلَّا مَا عَرَّفْتَنَا. فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع): إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ الْعَقْلَ، وَهُوَ أَوَّلُ خَلْقٍ مِنَ الرُّوحَانِيِّينَ، عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ مِنْ نُورِهِ، فَقَالَ لَهُ: أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ. فَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: خَلَقْتُكَ خَلْقًا عَظِيمًا، وَكَرَّمْتُكَ عَلَى جَمِيعِ خَلْقِي. قَالَ: ثُمَّ خَلَقَ الْجَهْلَ مِنَ الْبَحْرِ الْأُجَاجِ ظُلْمَانِيًّا، فَقَالَ لَهُ: أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: أَقْبِلْ فَلَمْ يُقْبِلْ، فَقَالَ لَهُ: اسْتَكْبَرْتَ فَلَعَنَهُ. ثُمَّ جَعَلَ لِلْعَقْلِ خَمْسَةً وَسَبْعِينَ جُنْدًا، فَلَمَّا رَأَى الْجَهْلُ مَا أَكْرَمَ اللَّهُ بِهِ الْعَقْلَ وَمَا أَعْطَاهُ أَضْمَرَ لَهُ

الْعَدَاوَةَ. فَقَالَ الْجَهْلُ: يَا رَبِّ، هَذَا خَلْقٌ مِثْلِي، خَلَقْتَهُ وَكَرَّمْتَهُ وَقَوَّيْتَهُ، وَ أَنَا ضِدُّهُ وَلَا قُوَّةَ لِي بِهِ، فَأَعْطِنِي مِنَ الْجُنْدِ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ. فَقَالَ: نَعَمْ، فَإِنْ عَصَيْتَ بَعْدَ ذَلِكَ أَخْرَجْتُكَ وَجُنُودَكَ مِنْ رَحْمَتِي. قَالَ: قَدْ رَضِيتُ. فَأَعْطَاهُ خَمْسَةً وَسَبْعِينَ جُنْدًا.

فَكَانَ مِمَّا أُعْطِيَ الْعَقْلُ مِنَ الْخَمْسَةِ وَالسَّبْعِينَ جُنْدًا: الْخَيْرُ وَهُوَ وَزِيرُ الْعَقْلِ، وَجُعِلَ ضِدَّهُ الشَّرُّ وَهُوَ وَزِيرُ الْجَهْلِ، وَالْإِيمَانُ وَضِدَّهُ الْكُفْرُ، وَالتَّصْدِيقُ وَضِدَّهُ الْجُحُودُ، وَالرَّجَاءُ وَضِدَّهُ الْقُنُوطُ، وَالْعَدْلُ وَضِدَّهُ الْجَوْرُ، وَالرِّضَا وَضِدَّهُ السَّخَطُ، وَالشُّكْرُ وَضِدَّهُ الْكُفْرَانُ، وَالطَّمَعُ وَضِدَّهُ الْيَأْسُ، وَالتَّوَكُّلُ وَضِدَّهُ الْحِرْصُ، وَالرَّأْفَةُ وَضِدُّهَا الْقَسْوَةُ، وَالرَّحْمَةُ وَضِدُّهَا الْغَضَبُ، وَالْعِلْمُ وَضِدَّهُ الْجَهْلُ، وَالْفَهْمُ وَضِدَّهُ الْحُمْقُ، وَالْعِفَّةُ وَضِدُّهَا التَّهَتُّكُ، وَالزُّهْدُ وَضِدَّهُ الرَّغْبَةُ، وَالرِّفْقُ وَضِدَّهُ الْخَرْقُ، وَالرَّهْبَةُ وَضِدُّهَا الْجُرْأَةُ، وَالتَّوَاضُعُ وَضِدَّهُ الْكِبْرُ، وَالتُّؤَدَةُ وَضِدُّهَا التَّسَرُّعُ، وَالْحِلْمُ وَضِدَّهُ السَّفَهُ، وَالصَّمْتُ وَضِدَّهُ الْهَذَرُ، وَالِاسْتِسْلَامُ وَضِدَّهُ الِاسْتِكْبَارُ، وَالتَّسْلِيمُ وَضِدَّهُ الشَّكُّ، وَالصَّبْرُ وَضِدَّهُ الْجَزَعُ، وَالصَّفْحُ وَضِدَّهُ الِانْتِقَامُ، وَالْغِنَى وَضِدَّهُ الْفَقْرُ، وَالتَّذَكُّرُ وَضِدَّهُ السَّهْوُ، وَالْحِفْظُ وَضِدَّهُ النِّسْيَانُ، وَالتَّعَطُّفُ وَضِدَّهُ الْقَطِيعَةُ، وَالْقُنُوعُ وَضِدَّهُ الْحِرْصُ، وَالْمُوَاسَاةُ وَضِدُّهَا الْمَنْعُ، وَالْمَوَدَّةُ وَضِدُّهَا الْعَدَاوَةُ، وَالْوَفَاءُ وَضِدَّهُ الْغَدْرُ، وَالطَّاعَةُ وَضِدَّهَا الْمَعْصِيَةُ، وَالْخُضُوعُ وَضِدَّهُ التَّطَاوُلُ، وَالسَّلَامَةُ وَضِدَّهَا الْبَلَاءُ، وَالْحُبُّ وَضِدَّهُ الْبُغْضُ، وَالصِّدْقُ وَضِدَّهُ الْكَذِبُ، وَالْحَقُّ وَضِدَّهُ الْبَاطِلُ، وَالْأَمَانَةُ وَضِدَّهَا الْخِيَانَةُ، وَالْإِخْلَاصُ وَضِدَّهُ الشَّوْبُ، وَالشَّهَامَةُ وَضِدَّهَا الْبَلَادَةُ، وَالْفَهْمُ وَضِدَّهُ الْغَبَاوَةُ، وَالْمَعْرِفَةُ وَضِدَّهَا الْإِنْكَارُ، وَالْمُدَارَاةُ وَضِدَّهَا الْمُكَاشَفَةُ، وَسَلَامَةُ الْغَيْبِ وَضِدُّهَا الْمُمَاكَرَةُ، وَالْكِتْمَانُ وَضِدَّهُ الْإِفْشَاءُ، وَالصَّلَاةُ وَضِدَّهَا الْإِضَاعَةُ، وَالصِّيَامُ وَضِدَّهُ الْإِفْطَارُ، وَالْجِهَادُ وَضِدَّهُ النُّكُولُ، وَالْحَجُّ . أَيْ الْوِلَايَةُ . وَضِدَّهُ نَبْذُ الْمِيثَاقِ، وَصَوْنُ الْحَدِيثِ وَضِدَّهُ النَّمِيمَةُ، وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ وَضِدَّهُ الْعُقُوقُ، وَالْحَقِيقَةُ وَضِدَّهَا الرِّيَاءُ، وَالْمَعْرُوفُ وَضِدَّهُ الْمُنْكَرُ، وَالسِّتْرُ وَضِدَّهُ التَّبَرُّجُ، وَالتَّقِيَّةُ وَضِدَّهَا الْإِذَاعَةُ، وَالْإِنْصَافُ وَضِدَّهُ الْحَمِيَّةُ، وَالتَّهْيِئَةُ وَضِدَّهَا الْبَغْيُ، وَالنَّظَافَةُ وَضِدَّهَا الْقَذَرُ، وَالْحَيَاءُ وَضِدَّهُ الْخَلْعُ، وَالْقَصْدُ وَضِدَّهُ الْعُدْوَانُ، وَالرَّاحَةُ وَضِدَّهَا التَّعَبُ، وَالسُّهُولَةُ وَضِدَّهَا الصُّعُوبَةُ، وَالْبَرَكَةُ وَضِدَّهَا الْمَحْقُ، وَالْعَافِيَةُ وَضِدَّهَا الْبَلَاءُ، وَالْقِوَامُ وَضِدَّهُ الْمُكَاثَرَةُ، وَالْحِكْمَةُ وَضِدَّهَا الْهَوَى، وَالْوَقَارُ وَضِدَّهُ الْخِفَّةُ، وَالسَّعَادَةُ وَضِدَّهَا الشَّقَاوَةُ، وَالتَّوْبَةُ وَضِدَّهَا الْإِصْرَارُ، وَالِاسْتِغْفَارُ وَضِدَّهُ الِاغْتِرَارُ، وَالْمُحَافَظَةُ وَضِدَّهَا التَّهَاوُنُ، وَالدُّعَاءُ وَضِدَّهُ الِاسْتِنْكَافُ، وَالنَّشَاطُ وَضِدَّهُ الْكَسَلُ، وَالْفَرَحُ وَضِدَّهُ الْحُزْنُ، وَالْأُلْفَةُ وَضِدَّهَا الْفُرْقَةُ، وَالسَّخَاءُ وَضِدَّهُ الْبُخْلُ.

فَلَا تَجْتَمِعُ هَذِهِ الْخِصَالُ كُلُّهَا مِنْ أَجْنَادِ الْعَقْلِ إِلَّا فِي نَبِيٍّ أَوْ وَصِيِّ نَبِيٍّ، أَوْ مُؤْمِنٍ قَدِ امْتَحَنَ اللَّهُ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ، وَأَمَّا سَائِرُ ذَلِكَ مِنْ مَوَالِينَا فَإِنَّ أَحَدَهُمْ لَا يَخْلُو مِنْ أَنْ يَكُونَ فِيهِ بَعْضُ هَذِهِ الْجُنُودِ حَتَّى يَسْتَكْمِلَ، وَيُنَقِّيَ مِنْ جُنُودِ الْجَهْلِ، فَعِنْدَ ذَلِكَ يَكُونُ فِي الدَّرَجَةِ الْعُلْيَا مَعَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْصِيَاءِ، (أَيْ إِذَا تَمَّ عَقْلُهُ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، وَهِيَ سَمَاءُ الْعَقْلِ)، وَ إِنَّمَا يُدْرَكُ ذَلِكَ بِمَعْرِفَةِ الْعَقْلِ وَجُنُودِهِ، وَبِمُجَانَبَةِ الْجَهْلِ

وَجُنُودِهِ، وَفَّقَنَا اللَّهُ وَ إِيَّاكُمْ لِطَاعَتِهِ وَمَرْضَاتِهِ)[1] (عقل اور اس کے لشکروں کو، اور جہل اور اس کے لشکروں کو پہچانو، تو تم ہدایت پا جاؤ گے۔ سماعۃ نے کہا: میں نے عرض کیا، آپ پر قربان ہو جاؤں، ہم تو بس وہی جانتے ہیں جو آپ ہمیں بتاتے ہیں۔ تو ابو عبد اللہ (ع) نے فرمایا: (اللہ عزّوجل نے عقل کو پیدا کیا، اور اللہ کے نور سے عرش کے دائیں طرف پیدا ہونے والی روحانی مخلوقات میں سے سب سے پہلی مخلوق تھی، اس کے بعد اللہ نے اس سے کہا: تو پیٹھ پھیر، تو اس نے پیٹھ پھیر لی، پھر اسے کہا: تو آگے بڑھ تو وہ آگے بڑھی، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے عظیم مخلوق کے طور پر خلق کیا ہے، اور میں نے تجھے اپنی تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ امام نے فرمایا: اس کے بعد خدا نے جہل کو کھاری، اور تاریک سمندر سے پیدا کیا، تو اللہ نے اس سے کہا: تو پیٹھ پھیر، تو اس نے پیٹھ پھیر لی، اس کے بعد اللہ نے اس سے کہا: تو آگے بڑھ، وہ آگے نہ آیا، تو اللہ نے اس سے کہا: تو نے تکبر کیا، پس اس پر لعنت کی۔ پھر اللہ نے عقل کے لیے پچھتّر لشکر مقرر کیے، جب جہل نے دیکھا کہ اللہ نے عقل کو کس قدر عزت دی ہے، اور اسے کیا عطا کیا ہے تو اس نے اس سے دشمنی مول لی، تو جہل نے کہا: اے میرے رب، یہ ایک ایسی مخلوق ہے جو میری ہی طرح ہے، تو نے اسے پیدا کیا، اسے عزت دی، اور قوت عطا کی، اور میں اس کا مخالف ہوں مگر مجھے اس پر کوئی قوت حاصل نہیں، پس مجھے بھی لشکر عطا کر جیسے تو نے اسے عطا کیے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: ہاں، لیکن اگر اس کے بعد تو نے نافرمانی کی تو میں تجھے اور تیرے لشکروں کو اپنی رحمت سے نکال دوں گا۔ جہل نے کہا: میں راضی ہوں۔ پس اللہ نے اسے بھی پچھتّر لشکر عطا کر دیئے۔

پس عقل کو دیئے گئے پچھتّر لشکروں میں سے یہ ہیں: نیکی و بھلائی، اور وہ عقل کا وزیر ہے، اور اس کے ضد شر ہے، اور وہ جہل کا وزیر ہے، ایمان، اور اس کی ضد کفر، تصدیق، اور اس کی ضد انکار؛ امید، اور اس کی ضد ناامیدی؛ عدل، اور اس کی ضد ظلم، رضا، اور اس کی ضد ناراضی؛ شکر، اور اس کی ضد ناشکری، لالچ اور اس کی ضد مایوسی؛ توکل اور اس کی ضد حرص، شفقت، اور اس کی ضد سختی، رحمت اور اس کی ضد غضب؛ علم اور اس کی ضد جہل، فہم اور اس کی ضد حماقت، عفت اور اس کی ضد بے راہ روی، زہد اور اس کی ضد رغبت، نرمی مزاج اور اس کی ضد درشتی؛ خوفِ خدا اور اس کی ضد بے باکی، تواضع اور اس کی ضد تکبر، بردباری (ٹھہراؤ) اور اس کی ضد جلد بازی، حلم اور اس کی ضد نادانگی (سفاہت)، خاموشی اور اس کی ضد فضول گوئی، اطاعت و سپردگی

[1] - الکافی، جلد 1، صفحہ 20؛ کتاب العقل والجہل، حدیث 14۔

اور اس کی ضد سر کشی، تسلیم اور اس کی ضد شک، صبر اور اس کی ضد بے صبری ، در گزر اور اس کی ضد انتقام، بے نیازی اور اس کی ضد فقر، یاد رکھنا اور اس کی ضد غفلت، حفاظت اور اس کی ضد بھول، مہربانی اور اس کی ضد قطع تعلق، قناعت اور اس کی ضد حرص، ہمدردی اور اس کی ضد منع کرنا، مودّت (محبت) اور اس کی ضد دشمنی ، وفاداری اور اس کی ضد غداری، اطاعت اور اس کی ضد نافرمانی، عاجزی اور اس کی ضد سر کشی، سلامتی اور اس کی ضد بلا، محبت اور اس کی ضد نفرت ، سچائی اور اس کی ضد جھوٹ، حق اور اس کی ضد باطل، امانت اور اس کی ضد خیانت، اخلاص اور اس کی ضد آمیزش (ملاوٹ) ، حمیت و غیرت اور اس کی ضد کند ذہنی ، سمجھ اور اس کی ضد کند فہمی (سادہ لوحی) ، معرفت اور اس کی ضد انکار، مدارا اور اس کی ضد کھلا اظہار ، باطن کی سلامتی اور اس کی ضد مکارانہ پن ، راز داری اور اس کی ضد افشا کرنا، نماز اور اس کی ضد ضائع کرنا، روزہ اور اس کی ضد افطار، جہاد اور اس کی ضد پیچھے ہٹ جانا، حج (ولایت) اور اس کی ضد عہد کو توڑ دینا، بات کی حفاظت اور اس کی ضد چغلی، والدین کے ساتھ نیکی اور اس کی ضد نافرمانی، حقیقت اور اس کی ضد ریاکاری، معروف اور اس کی ضد منکر، پردہ پوشی اور اس کی ضد بے پردگی، تقیہ اور اس کی ضد اشاعت، انصاف اور اس کی ضد تعصب (حمیت) ، آمادگی (تیار ہونا) اس کی ضد زیادتی، صفائی اور اس کی ضد گندگی، حیا اور اس کی ضد بے حیائی، ؟ آرام اور اس کی ضد تھکن ، آسانی اور اس کی ضد سختی، برکت اور اس کی ضد زوال، عافیت اور اس کی ضد بلا، اعتدال و توازن اور اس کی ضد کثرت پرستی، حکمت اور اس کی ضد خواہشِ نفس، وقار اور اس کی ضد ہلکاپن، سعادت اور اس کی ضد بدبختی، توبہ اور اس کی ضد تکرار، استغفار اور اس کی ضد دھوکا کھانا، نگہداشت (محافظت) اور اس کی ضد سستی (لاپرواہی) ، دعا اور اس کی ضد انکار، نشاط اور اس کی کاہلی و سستی، خوشی اور اس کی ضد غمی ، الفت اور اس کی ضد جدائی، سخاوت اور اس کی ضد بخل ہے۔

پس عقل کے لشکروں کی یہ تمام صفات کسی نبی یا نبی کے وصی میں ہی جمع ہو سکتی ہیں ، یا اس مومن میں جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لیے آزمالیا ہو، اور ہمارے دوسرے موالیوں میں سے ہر ایک ایسا ہے کہ اس میں ان لشکروں میں سے کچھ نہ کچھ موجود ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ کامل ہو جائے، اور وہ جہل کے لشکروں سے پاک ہو جائے، تو اس وقت وہ انبیاء، اور اوصیاء کے ساتھ اعلیٰ درجے میں شامل ہو جائے گا (یعنی جب اس کی عقل کامل ہو جاتی ہے تو وہ ساتویں آسمان والوں میں سے ہو جاتا ہے، اور وہ عقل کا آسمان ہے) اور اس درجے تک پہنچنا عقل، اور

اس کے لشکروں کی معرفت سے، اور جہل، اور اس کے لشکروں سے دوری اختیار کرنے سے ہی ممکن ہے۔ اللہ ہمیں، اور آپ کو اپنی اطاعت، اور اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے۔)

جہادِ اکبر، جہادِ اصغر سے پہلے ہے

جہاد کے اہم ترین مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کو زمین، بندوں, اور انا کی غلامی سے نکال کر اللہ واحد وقہار کی بندگی کی طرف لایا جائے، اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرایا جائے جو تشریع اور تنفیذ دونوں پہلوؤں میں اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ میں جمع ہے، اور پہلا جہادی معرکہ اسی الٰہی قانون کے دائرے میں برپا ہوا (زمین میں اللہ کی خلافت کا قانون) اور یہی وہ پہلا قانون ہے جس کے گرد اطاعت کو قبول کرنا یا نہ کرنا گھومتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لا تَعْلَمُونَ)[1](اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ (جانشین) بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا: کیا تو اس میں اس کو (خلیفہ) بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا ،اور خون بہائے گا، حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور تیری تقدیس (پاکیزگی بیان) کرتے ہیں فرمایا: یقینا میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) اور نتیجے کے طور پر (فَسَجَدَ الْمَلائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَوَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ)[2](تمام فرشتوں نے سب کے سب سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا)

اس معرکے میں فرشتے کامیاب ہوئے، اور ابلیس (اللہ اس پر لعنت کرے)، ناکام ہوا، اور اس میں جہاد پہلے درجے کا تھا، اور وہ نفس کا جہاد ہے یا جیسا کہ رسول اللہ نے اسے جہادِ اکبر کا نام دیا تھا، اور مجاہد کے لیے لازمی ہے کہ وہ پہلے جہادِ اکبر سے آغاز کرے، پھر وہ جہادِ اصغر کی طرف منتقل ہو جائے، بلکہ جہادِ اصغر ہی جہادِ اکبر کے اہم ترین اجزا میں سے ایک ہے

---

[1] - سورۂ بقرہ، آیت 30۔

[2] - سورۂ ص: 73–74۔

اور شاید بعض لوگوں نے رسول اللہ (ص) کے اس ارشاد سے یہ گمان کیا کہ جہادِ اصغر مقدم ہے، جب آپ نے میدانِ جنگ سے واپس آنے والے مجاہدین کا استقبال کیا اور ان کا خیر مقدم اس حیثیت سے کیا کہ انہوں نے جہادِ اصغر مکمل کر لیا ہے ،اور ان پر جہادِ اکبر، یعنی نفس کا جہاد، باقی ہے۔ لیکن حقیقت جسے رسول اللہ (ص) اپنے اس ارشاد میں واضح کرنا چاہتے تھے یہ ہے کہ جسموں کا جہاد (جہادِ اصغر)، کبھی ختم ہو جاتا ہے، جبکہ ارواح کا جہاد، یعنی جہادِ اکبر، اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک انسان اس دنیا کی زندگی میں ہے، اور اجساد کا جہاد دراصل ارواح کے جہاد ہی کا نتیجہ ہوتا ہے، کیونکہ جسموں، ارواح کے تابع ہوتے ہیں اور ان کے ارادے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ (جہاد سے) واپس آنے والے دراصل وہ لوگ تھے جو پہلے جہادِ اکبر کے میدان میں اترے، پھر جہادِ اصغر کی طرف گئے، اس کے بعد وہ واپس لوٹے، تو رسول اللہ نے انہیں یاد دلایا کہ جب تک وہ اس دنیاوی زندگی میں رہیں، تو ان پر ضروری ہے کہ اپنے نفس سے جہاد کرتے رہیں، تاکہ وہ اس انجام میں مبتلا نہ ہو جائیں جس میں ابلیس (اللہ اس پر لعنت کرے) مبتلا ہوا تھا (کہیں وہ) اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفے کا انکار (نہ کردیں) تو (ان کے لیے) نتیجہ واضح خسارہ ہی ہو گا۔

(أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لا يُفْتَنُونَ * وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ)[1] (کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے (زبانی) کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں چھوڑ دیئے جائیں گے، اور ان کی آزمائش نہیں کی جائیگی؟ حالانکہ ہم نے ان (سب) کی آزمائش کی تھی جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں پس اللہ ضرور معلوم کرے گا ان کو جو (دعوائے ایمان میں) سچے ہیں اور ان کو بھی معلوم کرے گا جو جھوٹے ہیں)۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگوں نے اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفہ (علی بن ابی طالب (ع))، کا انکار کیا تو وہ جہادِ اکبر کے معرکہ میں ناکام ہوئے، للہٰذا انہیں جہادِ اصغر، یا یوں کہیے کہ جسموں کی لڑائی، کوئی فائدہ نہ پہنچا سکی۔

پس انسان پر لازم ہے کہ وہ اللہ کی آزمائش سے ہوشیار رہے، اور وہ اپنے نفس سے جہاد کرئے، اور وہ اللہ کی زمین میں، اللہ کے خلیفہ کی پیروی کرے، ورنہ انجام جہنم ہے۔ للہٰذا جہاد صرف اللہ کے ولی، اور اللہ کی زمین میں

---

[1] - سورۂ عنکبوت، آیات 2–3۔

اس کے خلیفہ کے پرچم کے نیچے ہی ہوتا ہے، اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ کی زمین میں اللہ کے خلیفہ کے علاوہ کسی دوسرے کے پرچم کے نیچے جہاد کر کے شہادت کا طلب گار ہے، تو وہ آخرت کی موت سے پہلے دنیا کی موت کی طرف جلدی کر رہا ہے۔

ابان بن تغلب سے روایت ہے، اس نے کہا: جب ابو عبد اللہ (ع) ان لوگوں کا ذکر کرتے جو سرحدوں پر قتل کیے جاتے ہیں تو فرماتے: (وَيْلَهُمْ مَا يَصْنَعُونَ بِهَذَا؟! يَتَعَجَّلُونَ قَتْلَةَ الدُّنْيَا وَقَتْلَةَ الْآخِرَةِ، وَاللَّهِ مَا الشَّهِيدُ إِلَّا شِيعَتُنَا وَإِنْ مَاتُوا عَلَى فُرُشِهِمْ)[1] (ان پر افسوس، یہ کیا کر رہے ہیں؟ وہ دنیا اور آخرت کی موت کی طرف جلدی کر رہے ہیں، اللہ کی قسم شہید تو صرف ہمارے شیعہ ہیں اگرچہ وہ اپنے بستروں پر ہی مر جائیں۔)

پس تو انسان کے لیے لازمی ہے کہ وہ سب سے پہلے جہادِ اکبر کے معرکے میں داخل ہو، اور اللہ کے ولی اور اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ کو پہچانے، اس کے بعد وہ اس کے پرچم کے نیچے جہادِ اصغر کا معرکہ لڑے، تا کہ اس کا جہاد اللہ کے نزدیک مقبول ہو، اور اس کی اطاعت شمار ہو سکے، ورنہ وہ چوپائے کی مانند بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہو جائے گا۔ پس یا تو اس کی لڑائی زمین کے لیے ہو گی، کیونکہ ملحد بھی اپنی زمین کے لیے اسی طرح لڑتا ہے جیسے جانور اپنے بل کے لیے لڑتا ہے، یا پھر وہ ایسے عقیدے کے لیے لڑے گا جسے وہ سمجھتا ہی نہیں اور عمل نہ کرنے والے علماء کی تقلید کرے گا، پھر مرنے کے بعد، اور آگ کی طرف گھسیٹے جانے کے بعد اس پر واضح ہو جائے گا کہ عمل نہ کرنے والے علماء اسے موسیٰ (ع)، یا عیسیٰ (ع)، یا محمد (ص)، یا امام مہدی (ع) کے خلاف لڑنے کے لیے لے چلے تھے۔

اور امیر المؤمنین (ع) نے فرمایا: (الْجِهَادُ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَتَحَهُ اللَّهُ لِخَاصَّةِ أَوْلِيَائِهِ)[2] (جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ نے اپنے خاص اولیاء کے لیے کھولا ہے۔) یعنی اولیاء ہی حقیقی مجاہد ہیں، نہ یہ کہ ہر وہ شخص جو جنگ کرے مجاہد ہو، اور اللہ کے ولیوں میں سے ایک ولی ہو، جیسا کہ ان کے بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ اولیاء وہ ہیں جنہوں نے اپنے نفس سے جہاد کیا، اور جہادِ اکبر کے میدان میں اترے، اور انہوں نے اللہ کے ولی اور اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ کی پیروی کی، پس اسی بنا پر وہ حقیقی معنوں میں اللہ کے اولیاء بنے، اور اس بات کے مستحق ٹھہرے کہ جہاد وہ دروازہ ہو جسے اللہ نے ان کے لیے کھولا ہے۔

---

[1] - المحاسن، جلد 1، صفحہ 164؛ تفسیر نور الثقلین، جلد 5، صفحہ 245۔

[2] - الکافی، جلد 5، صفحہ 4؛ نہج البلاغہ بشرح محمد عبدہ، جلد 1، صفحہ 67۔

جہادِ اصغر

ادیانِ الٰہیہ میں جہاد

جہاد یا جنگ کرنا، اللہ کے کلمے کو بلند کرنے، اور توحید کو قائم کرنے، اور اس دین کو پھیلانے کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، (وہ) ایک ایسا معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر کیا ہے، اور اس پر مومنوں کو ابھارا ہے، اور اسے ان پر واجب کیا ہے، اور جو اس کی راہ میں جہاد کرے اس سے جنت کا وعدہ کیا ہے، اور جو جہاد سے رو گردانی کرے اسے آگ کی وعید سنائی ہے۔

اور انبیاء ،اور رسولوں (ع) اللہ سبحانہ کے کلمے کے حامل ہیں، اور وہی اللہ سبحانہ کی راہ میں جہاد، اور جنگ کے پرچم بردار ہوتے ہیں، اور یہ انبیاء ،اور رسولوں (ع) کی تاریخ تمہارے سامنے موجود ہے، تم اسے تورات، انجیل، اور قرآن میں دیکھ لو ، تو تم موسیٰ (ع) کو پاؤ گے کہ وہ اپنی تلوار اٹھائے سر زمینِ مقدس میں داخل ہونے کے لیے تیار ہیں، اور یوشع بن نون (ع) کو کہ وہ اپنی تلوار اٹھائے ہوئے سر زمینِ مقدس میں داخل ہوتے ہیں، اور داؤد (ع) کو کہ وہ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے، اور توحید کو پھیلانے کے لیے اپنی زندگی جنگ میں گزارتے ہیں:

(فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ)[1] (پس انہوں نے خدا کے حکم سے انہیں (دشمنوں) کو شکست دے دی، اور داؤد (ع) نے جالوت کو قتل کیا اور خدا نے انہیں سلطنت و حکمت عطا فرمائی، اور انہیں وہ سب کچھ سکھایا جو اس نے چاہا اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے نہ روکتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا، مگر خدا تمام جہانوں پر بڑا لطف و کرم کرنے والا ہے۔)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ)[2] (اے میرے رسول (ص) جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس پر صبر کرو! اور ہمارے بندے داؤد (ع) کو یاد کرو جو بڑی قوت والے تھے بے شک وہ ہر معاملہ میں (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔)

---

[1] - سورۂ بقرہ، آیت 251۔

[2] - سورۂ ص، آیت 17۔

اور سلیمان (ع) ان کے جانشین ہوئے، تاکہ ایک ہاتھ سے عبادت گاہ کی تعمیر کریں اور دوسرے ہاتھ سے اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے جنگ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ)[1] (اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں۔ بے شک یہ (اللہ کا) کھلا ہوا فضل و کرم ہے۔)

(فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا آتَانِيَ اللَّهُ خَيْرٌ مِمَّا آتَاكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ*ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ)[2] (پس جب فرستادہ (ملکہ کا سفیر) سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا: کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ تو اللہ نے مجھے جو کچھ دے رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے البتہ تم ہی اپنے تحفے پر خوش ہوتے ہو۔ (اے سفیر) تو ان لوگوں کے پاس واپس لوٹ جاؤ (اور ان کو بتا کہ) ہم ان کے پاس ایسے لشکر لے کر آرہے ہیں جن کا وہ مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور ہم انہیں وہاں سے ذلیل و خوار کر کے نکال دیں گے۔)

اور تورات داؤد، اور سلیمان (ع) کی معرکوں سے بھری ہوئی ہے۔

پھر عیسیٰ (ع) اپنے پیروکاروں سے کہتے ہیں: (مَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَنِي فَلْيَحْمِلْ خَشَبَتَهُ عَلَى ظَهْرِهِ) (جو شخص میرا پیرو کار بننا چاہے تو وہ اپنی لکڑی اپنی پیٹھ پر اٹھائے)، یعنی وہ ظلم، اور فساد کے خلاف قیام کی دعوت دیتے ہیں، اور اپنے پیروکاروں کو اللہ کی راہ میں جہاد، اور جنگ کرنے کا حکم دیتے ہیں، کیونکہ اس زمانے میں لکڑی ہمارے آج کے کفن کے مانند تھی، گویا وہ اپنے پیروکاروں سے کہہ رہے تھے کہ جو شخص میرا پیروکار بننا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا کفن اپنے ساتھ لے کر آئے۔

اور رہے رسول محمد (ص)، تو آپ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اپنے زیادہ تر ایام اللہ کی راہ میں جہاد، اور جنگ میں گزارے ، اور مکہ میں آپ نے، اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں نے کلمہ، اور حجت کے ذریعے

---

[1] - سورۂ نمل، آیت 16۔

[2] - سورۂ نمل، آیات 36–37۔

جہاد کیا، یہاں تک کہ انہیں اذیت دی گئی، اور انہیں ستایا گیا، اور ان میں سے بعض قتل کیے گئے، پس وہ اپنے رب کی بارگاہ میں گواہ، اور شہید ہو کر پہنچے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء، اور رسولوں (ع) کی سیرت ایک ایسی حجت ہے کہ جس کے بعد کوئی دوسری حجت باقی نہیں رہتی، اور اللہ تعالیٰ کا اپنی راہ میں جہاد، اور جنگ کرنے کا حکم دینا تا کہ اللہ سبحانہ و تعالی کے کلمے کو بلند کیا جائے اور جو کچھ انبیاء اور رسولوں لے کر آئے، وہ ایک ایسی حجت ہے کہ جس کے بعد کوئی دوسری حجت باقی نہیں رہتی۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیچھے رہ جانے والے کے لیے نہ کوئی عذر باقی رہتا ہے، اور نہ کوئی بہانہ، اور جو اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کرے تو اس کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ کافر ہے۔ تو پھر تم اللہ، اس کی آیتوں، اور اس کے انبیاء و رسولوں کی سیرت کے بعد، آخر تم کس بات پر ایمان لاتے ہو۔

اور اللہ کی راہ میں جہاد، اور جنگ کرنے کے بارے میں موجودہ تورات میں، جسے یہود و نصاریٰ تسلیم کرتے ہیں، بے شمار نصوص پائی جاتی ہیں، جنہیں اس مختصر بیان میں سمیٹا نہیں جاسکتا، ان میں سے ایک نص کو ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں، تا کہ اس کے ذکر سے فائدہ حاصل ہو۔ اور شاید بہتر یہ ہے کہ ہم اس ہستی کی طرف توجہ کریں جس نے نبیِ خدا موسیٰ بن عمران (ع) کے بعد، جن پر تورات نازل ہوئی، اللہ کی راہ میں جہاد، اور جنگ کرنے، اور اللہ کے کلمے کی سربلندی میں سب سے زیادہ وسعت اختیار کی، اور وہ موسیٰ (ع) کے وصی یوشع بن نون (ع) ہیں۔

تورات (عہدِ لقدیم/ سفر یوشع: ص 354 تا 357) دسویں اِصحاح میں آیا ہے:

(34) پھر یوشع، اور اس کے ساتھ تمام اسرائیل لَخیش سے عَجلون کی طرف گئے، اس پر پڑاؤ کیا، اور اس سے جنگ کی۔ (35) اور اسی دن اسے فتح کیا، اور تلوار کی دھار سے مارا، اور اس دن اس میں موجود ہر جان کو ہلاک کر دیا، جیسا کہ اس نے لَخیش کے ساتھ کیا تھا۔ (36) اس کے بعد یوشع، اور اس کے ساتھ تمام اسرائیل عَجلون سے حِبرون کی طرف چڑھے، اور اس سے جنگ کی۔ (37) اور اسے فتح کیا، اور اس کے بادشاہ، اس کے تمام شہروں، اور اس میں موجود ہر جان کو تلوار کی دھار سے مارا، کوئی بھی بچنے والا نہ رہا، جیسا کہ اس نے عَجلون کے ساتھ کیا تھا، اسی طرح اسے، اور اس میں موجود ہر جان کو ہلاک کر دیا۔ (38) اس کے بعد یوشع، اور اس کے ساتھ تمام اسرائیل دَبیر کی طرف لوٹے، اور اس سے جنگ کی۔ (39) اور اسے اس کے بادشاہ، اور اس کے تمام شہروں سمیت فتح کیا، اور انہیں تلوار کی دھار سے مارا، اور اس میں موجود ہر جان کو ہلاک کر دیا، کوئی بھی بچنے والا

نہ رہا، جیسا کہ اس نے حِبرون کے ساتھ کیا تھا، اسی طرح دَبیر، اور اس کے بادشاہ کے ساتھ کیا، اور جیسا کہ اس نے لِبنہ، اور اس کے بادشاہ کے ساتھ کیا تھا۔ (40) پس یوشع نے پہاڑی علاقے، جنوب، میدان اور ڈھلوانوں، اور ان کے تمام بادشاہوں کو مار ڈالا، کوئی بھی بچنے والا نہ رہا، بلکہ ہر جان کو ہلاک کر دیا، جیسا کہ اسرائیل کے الٰہ رب نے حکم دیا تھا۔ (41) اور یوشع نے انہیں قادِش بَرنیع سے غزہ تک، اور گوشن کے تمام سر زمین سے جبعون تک مارا۔ (42) اور یوشع نے ان تمام بادشاہوں، اور ان کی سرزمین کو ایک ہی وقت میں لے لیا، کیونکہ اسرائیل کا خداوند خدا، اسرائیل کی طرف سے جنگ کر رہا تھا۔ (43) پھر یوشع، اور اس کے ساتھ تمام اسرائیل جلجال کی لشکر گاہ کی طرف واپس آئے۔

گیارھواں اِلاصحاح: (1) جب حاصور کے بادشاہ یابین نے یہ سنا تو اس نے مادون کے بادشاہ یوباب، اور شمرون، اور اکشاف کے بادشاہ کی طرف پیغام بھیجا، (2) اور شمال کی طرف پہاڑ میں رہنے والے بادشاہوں کے پاس، اور عَرَبہ میں، کنروت کے جنوب میں، اور میدان (ہموار زمین) میں، اور مغرب کی طرف دور کے میدانی اور بلند علاقوں میں رہنے والوں کے پاس۔ (3) مشرق اور مغرب میں رہنے والے کنعانیوں، اور اموریوں، حِتّیوں، فرِزّیوں، یبوسیوں جو پہاڑ میں رہتے تھے، اور حرمون کے نیچے مصفاہ کی سرزمین میں رہنے والے حِوّیوں کے پاس۔ (4) چنانچہ وہ سب اپنے تمام لشکروں کے ساتھ نکلے، ایک بہت بڑی جماعت، تعداد میں سمندر کے کنارے کی ریت کی مانند، اور ان کے ساتھ نہایت زیادہ گھوڑے، اور رتھ تھے۔ (5) اور ان سب بادشاہوں نے ایک وقت مقرر کر کے اکٹھے ہو کر میروم کے پانیوں کے پاس پڑاؤ کیا تاکہ اسرائیل سے جنگ کریں۔ (6) تب رب نے یوشع سے کہا: ان سے نہ ڈر، کیونکہ کل اسی وقت میں ان سب کو اسرائیل کے سامنے مقتول کر دوں گا، تو ان کے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دینا، اور ان کی سواریوں کو آگ میں جلا دینا۔ (7) پس یوشع، اور اس کے ساتھ تمام جنگجو اچانک میروم کے پانیوں کے پاس ان پر ٹوٹ پڑے۔ (8) اور رب نے انہیں اسرائیل کے ہاتھ میں دے دیا، پس انہوں نے انہیں مارا، اور صیدونِ عظیمہ کی طرف، مسرفوت مایم کی طرف، اور مشرق کی جانب وادیِ مصفاہ تک انہیں بھگا کر نکال دیا، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی بچنے والا نہ رہا۔ (9) اور یوشع نے ان کے ساتھ وہی کیا جیسا رب نے اسے حکم دیا تھا، اس نے ان کے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دیں اور ان کی سواریوں کو آگ میں جلا دیا۔ (10) پھر یوشع اسی وقت لوٹا، اور حاصور کو فتح کیا، اور اس کے بادشاہ کو تلوار سے قتل کیا، کیونکہ اس سے پہلے حاصور ان تمام سلطنتوں کا سردار تھا۔ (11) اور انہوں نے اس میں موجود ہر جان کو تلوار کی

دھار سے مارا، انہیں بالکل ہلاک کر دیا، کوئی سانس لینے والا باقی نہ رہا، اور حاصور کو آگ سے جلا دیا۔ (12) اور یوشع نے ان تمام بادشاہوں کے تمام شہروں، اور ان کے بادشاہوں کو لے لیا، اور انہیں تلوار کی دھار سے مارا، اور انہیں اسی طرح ہلاک کیا جیسا رب کے بندے موسیٰ نے حکم دیا تھا۔ (13) البتہ وہ شہر جو اپنے ٹیلوں پر قائم تھے، اسرائیل نے انہیں نہ جلایا، سوائے حاصور کے، جسے یوشع نے جلا دیا۔ (14) اور ان شہروں کی تمام غنیمت ، اور مویشی جو بنی اسرائیل نے اپنے لیے لوٹ لیے، اور مردوں کو سب کے سب کو تلوار کی دھار سے ایسے مار ڈالا، یہاں تک کہ انہیں بالکل نیست و نابود کر دیا اور کوئی سانس لینے والا باقی نہ رہا۔ (15) جس طرح رب نے اپنے بندے موسیٰ کو حکم دیا تھا، اسی طرح موسیٰ نے یوشع کو حکم دیا، اور یوشع نے اسی طرح عمل کیا۔ اس نے رب کے ہر اس حکم میں سے کچھ بھی نظرانداز نہ کیا جو رب نے موسیٰ کو دیا تھا۔ (16) پس یوشع نے وہ ساری زمین لے لی، پہاڑی علاقہ، پورا جنوب، جوشن کی ساری زمین، میدان، عربہ، اسرائیل کا پہاڑ، اور اس کا میدان (17) گنجے پہاڑ سے جو سعیر کی طرف چڑھتا ہے، لے کر لبنان کی وادی میں بعل جاد تک جو جبلِ حرمون کے نیچے ہے، اور اس نے ان سب کے بادشاہوں کو پکڑا، انہیں مارا، اور قتل کیا۔ (18) یوشع نے ان بادشاہوں کے ساتھ بہت دنوں تک جنگ کی۔ (19) کوئی شہر ایسا نہ تھا جس نے بنی اسرائیل سے صلح کی ہو، سوائے جبعون کے رہنے والے حویوں کے، باقی سب کو انہوں نے جنگ کے ذریعے لیا۔ (20) کیونکہ یہ رب کی طرف سے تھا کہ وہ ان کے دل سخت کر دے تاکہ وہ اسرائیل سے جنگ کے لیے نکلیں، اور ہلاک کر دیے جائیں، اور ان پر کوئی رحم نہ کیا جائے، بلکہ انہیں نیست و نابود کر دیا جائے، جیسا کہ رب نے موسیٰ کو حکم دیا تھا۔ (21) اور اسی وقت یوشع آیا ، اور پہاڑ سے عنقانیوں کو کاٹ ڈالا، حبرون سے، دبیر، عناب، یہوداہ کے تمام پہاڑ، اور اسرائیل کے تمام پہاڑ سے، یوشع نے انہیں ان کے شہروں سمیت ہلاک کر دیا۔ (22) پس بنی اسرائیل کی سرزمین میں کوئی عنقانی باقی نہ رہا، سوائے غزہ، جت، اور اشدود کے، جہاں کچھ باقی رہ گئے (23) اور یوشع نے پوری زمین لے لی، جیسا کہ رب نے موسیٰ سے کہا تھا، اور یوشع نے اسے بنی اسرائیل کو ان کے قبائل، اور اسباط کے مطابق میراث میں دے دیا، اور زمین کو جنگ سے آرام نصیب ہوا۔

یہ یوشع بن نون (ع) کے ان ایام کے ایک پہلو کی تصویر ہے جو انہوں نے اس زمین پر اللہ کے کلمے کو بلند کرنے ،اور دینِ خدا ،اور توحید کو پھیلانے کے لیے جہاد، اور جنگ کرنے میں گزارے۔ اور مناسب ہے کہ

یوشع (ع) اور ان کے ساتھ والوں کے جہاد کے بارے میں چند پہلوؤں کی طرف توجہ دی جائے، تاکہ ان کی معرفت سے مطلوبہ فائدہ حاصل ہو، اور وہ یہ ہیں:

1- بے شک جو لوگ یوشع بن نون (ع) کے ساتھ تھے وہ بنی اسرائیل کی اولاد تھے جنھوں نے موسیٰ (ع) کے ساتھ سمندر عبور کیا تھا، کیونکہ وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد اور جنگ کے حکم سے سرکشی کی تھی، خود اسی سرگردانی میں مرگئے تھے جس کی سزا اللہ نے انہیں دی تھی، جیسا کہ (قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَداً مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ)[1] (انہوں نے کہا :اے موسیٰ، جب تک وہ اس میں موجود ہیں ہم ہرگز اس میں داخل نہیں ہوں گے، پس تم، اور تمہارا رب جاؤ، اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔)

اور یہ سرگردانی ایک اصلاحی سزا تھی، جس کا نتیجہ یہ صالح اولاد بنی جنھوں نے موسیٰ کے وصی یوشع (ع) کے ساتھ جہاد کیا ،اور سرزمینِ مقدس میں داخل ہوئے۔

2- بے شک جو لوگ موسیٰ (ع) کے ساتھ مصر سے نکلے تھے ان کی تعداد اُن لوگوں سے کہیں زیادہ تھی جو یوشع (ع) کے ساتھ رہے کر دشمن سے لڑے، مگر کثرت اس وقت کوئی فائدہ نہیں دیتی جب قوم کے دل دنیا کی محبت سے بھرے ہوں، اور قلّت کوئی نقصان نہیں دیتی جب قوم کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے مغمور ہوں۔

3- جو لوگ یوشع (ع) کے ساتھ تھے وہ ان عظیم لشکروں کے مقابلے میں تعداد میں بہت کم تھے جن کا انہوں نے سامنا کیا، بلکہ مادی حساب کے مطابق ان کی تعداد ان تمام سرزمینوں کو فتح کرنے کے لیے کافی نہ تھی جنھیں جن کو انہوں نے فتح کیا، لیکن اللہ نے انہیں رعب کے ذریعے نصرت عطا فرمائی:

(كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ)[2] (کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ایسی ہوئیں جنھوں نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غلبہ پایا، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔)

4- تعداد کی کمی، ساز و سامان کی قلّت، اور مادی امکانات کی کمزوری یہ سب یوشع بن نون (ع) کے ساتھ تھیں، لیکن جب وہ، اور مومن ایمان، صبر، مشکلات برداشت کرنے کی قوت، اور اللہ پر توکل سے مسلح ہوگئے، اور جب اللہ نے ان کے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال کر ان کی مدد کی، تو وہ ان تمام معرکوں کی کثرت کے باوجود ان میں اترنے کے قابل ہوگئے، اور اللہ کی قوت سے کامیاب ہوئے، اور سرزمینِ مقدس میں اللہ کے کلمے، اور

---

[1] - سورۂ مائدہ، آیت 24۔

[2] - سورۂ بقرہ، آیت 249۔

توحید کو پھیلایا، پس ایمان، اور عقیدہ ہی سب سے طاقتور ہتھیار ہے، اور اسی کے ذریعے مومنوں کی نصرت قائم ہوتی ہے۔

5- بے شک یوشع (ع) اپنے زمانے میں اللہ کے خلیفہ تھے، اور ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت تھی ، اور ان کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی، پس جنہوں نے ان کی اطاعت کی انہوں نے اللہ کی اطاعت کی، اور جنہوں نے ان کے ساتھ دشمن سے جنگ کی انہوں نے اللہ کے دشمنوں سے جنگ کی، چنانچہ وہ اس زمانے میں اللہ کی قوم، اور اہلِ زمین کے لیے اللہ کے کلمے کے حامل تھے، تو ان پر رحمت، سکینت، نصرت، اور برکت نازل ہوئی۔

اور نتیجہ یہ ہے کہ اللہ کے انبیاء اور اس کے رسولوں نے اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے جہاد، اور جنگ کی، اور اللہ کے اس حکم کی اطاعت کی جس نے جہاد کو مشروع کیا ، اور واجب قرار دیا، نہ مددگاروں کی کمی اور وسائل کی کمزوری نے انہیں جہاد سے روکا، اور نہ دشمنوں کی کثرت، اور ان کے ساز و سامان کی فراوانی نے انہیں باز رکھا، بلکہ انہوں نے حکمت، اور اچھی نصیحت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دی، اور کافروں سے اس طریقے سے بحث کی جو بہتر تھا، پھر جب کافروں کے ساتھ زبان کی حجت مؤثر نہ ہوئی تو اللہ کے انبیاء نے اللہ کے دشمنوں سے تلوار کے ذریعے مقابلہ کیا، پس اللہ نے ان کی نصرت فرمائی ، اور اپنے فرشتوں کے ذریعے ان کی تائید کی۔

جہاد کیوں؟

اس سوال کا جواب دینے کے لیے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد، اور جنگ کرنے کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ہجومی جہاد، اور دوسری قسم: دفاعی جہاد کی ہے۔

اور ان دونوں پر بحث کے ذریعے عنقریب جواب واضح ہو جائے گا، چنانچہ میں ہر ایک کو الگ الگ بیان کروں گا اور ہر ایک کے اسباب واضح کروں گا۔

پہلی قسم: ہجومی جہاد

یہ پہلی قسم کا جہاد اس مومن امت پر واجب اور فرض ہے جو اپنے زمانے میں اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفہ کا پرچم اٹھائے ہوئے ہو، اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان تمام قوموں، اور امتوں پر حملہ کیا جائے اور ان سے جنگ کی جائے جو اس زمانے میں دینِ حق اور اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفہ کو تسلیم نہیں کرتیں، یہاں تک کہ وہ قومیں لاالٰہَ اِلّا اللہ اور اس دینِ حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور زمین پر اپنے معاملات کی باگ ڈور اپنے زمانے کے اللہ کے خلیفہ کے سپرد کر دیں، اور یہ کام اللہ کے بہت سے انبیاء، اور رسولوں نے انجام دیا، اور آسمانی کتابوں اور تاریخ کی کتابوں نے اسے بلا کسی ابہام کے ذکر کیا ہے، چنانچہ توحید کے پھیلاؤ اور کلمۂ لا اِلٰہَ اِلّا اللہ کی سربلندی کے لیے ہجومی جہاد کے طور پر یوشع بن نون (ع)، اور داؤد (ص)، اور سلیمان (ع)، اور محمد (ص) اور علی (ع) نے خدا کے دشمنوں سے جنگ کی، اور یہ سب اللہ کے انبیاء، اور رسول ہیں، اور ان کا عمل ایک قطعی حجت ہے۔ انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے جنگ کی، لہٰذا اس عمل کا انکار کرنے یا اسے جہالت، پسماندگی، تعصب، فرقہ واریت یا مذہبیت قرار دینے کی کوئی گنجائش نہیں، چاہے اسے ثقافت، تہذیب یا آزادی جیسے ناموں سے ہی کیوں نہ پیش کیا جائے، اور ان شاء اللہ میں آگے چل کر اسی تہذیب، ثقافت، اور آزادی پر بھی گفتگو کروں گا۔

اور اس جہاد کی کچھ شرائط، اور قیود ہیں جو شاید ہر دین میں اور ہر زمانے میں تفصیل کے ساتھ یکساں ثابت نہ رہی ہوں، بلکہ ایک ہی دین کے اندر بھی مختلف ادوار میں انبیاء ،اور رسولوں کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے لائے گئے احکام کے مطابق ان میں تبدیلی آتی رہی ہو، لیکن اجمالی طور پر یہ شرائط ثابت ہیں۔

اور شاید وہ سب سے اہم شرط جسے لوگ بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، اور جسے بعض اوقات بعض لوگ اللہ کی راہ میں جہاد اور جنگ کرنے سے پیچھے رہنے کا عذر بنا لیتے ہیں، وہ ساز وسامان ،اور تعداد ہے، اور بعض لوگ ایمانی معاشرے میں تفرقے یا شعور کی کمی کو بھی جہاد سے پیچھے رہنے کا عذر بنا لیتے ہیں، جبکہ یہ دونوں باتیں بھی ساز و سامان، اور تعداد ہی کے دائرے میں آتی ہیں، اور میں ان تینوں امور کو بیان کروں گا:

ساز وسامان اور تعداد

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ہر فوجی مقابلے کے لیے ایک شرط ہے، کیونکہ اگر فوجی مقابلے کے لیے مناسب ساز وسامان، اور کافی تعداد موجود نہ ہو تو ایسا مقابلہ مشکل بلکہ بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ہے، لیکن یہ بات اپنی جگہ قائم ہے کہ نئی عسکری مساوات کے مطابق ہجومی مقابلے کی شرائط یہ تقاضا کرتی ہیں کہ حملہ آوروں کی تعداد مدافعین کی تعداد سے دوگنا زیادہ ہو، اور ظاہر ہے کہ جتنا حملہ آوروں کا جنگی ساز وسامان زیادہ مضبوط ہو اتنا ہی اس تناسب کو حملہ آوروں کے حق میں کم کیا جا سکتا ہے، یہ سب محض مادی پیمانوں کے اعتبار سے ہے۔

اور مومنوں کے لیے معاملہ ایک دوسرا رخ اختیار کر لیتا ہے، کیونکہ مومنوں کے نزدیک عسکری مساوات میں غیب بھی شامل ہو جاتا ہے، اس لیے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں: (إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلاثَةِ آلافٍ مِنَ الْمَلائِكَةِ مُنْزَلِينَ * بَلَى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلافٍ مِنَ الْمَلائِكَةِ مُسَوِّمِينَ)[1] (کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کے لیے تین ہزار فرشتے اتار دے۔ کیوں نہیں، اگر تم صبر کرو، اور تقویٰ اختیار کرو، اور دشمن اسی وقت تم پر چڑھ آئیں تو تمہارا رب تمہاری مدد پانچ ہزار نشان لگے ہوئے فرشتوں سے کرے گا۔)

[1] - سورۂ آلِ عمران، آیات 124–125۔

اور مومنوں کے پاس ایک عظیم ہتھیار ہے جو دوسرے فریق کے پاس نہیں، اور وہ دعا، اور اللہِ قوی وعزیز سے فریاد کرنا ہے: (إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلائِكَةِ مُرْدِفِينَ)[1] (جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کی کہ میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں جو پے در پے آئیں گے۔) اور وہ اللہ جس سے مومن فریاد کرتے ہیں اور جس پر ایمان رکھتے ہیں، وہ دلوں کا خالق ہے اور دل اسی کے ہاتھ میں ہیں، وہی انہیں قوت، اور ثابت قدمی سے بھر دیتا ہے، اور وہی انہیں خالی، اور ویران کر دیتا ہے، سوائے خوف، اور شکست کے کچھ باقی نہیں رہتا۔

(إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ)[2] (جب تمہارا رب فرشتوں کی طرف وحی کرتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو، میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا، پس تم ان کی گردنوں پر ضرب لگاؤ اور ان کی ہر ہر انگلی پر ضرب لگاؤ۔)

اور اسی وجہ سے یہاں عسکری مساوات بالکل الٹ ہو جاتی ہے، چنانچہ حملے کے لیے یہ کافی ہوتا ہے کہ حملہ آوروں کی تعداد کافر مدافعین کی تعداد کا نصف ہو، بلکہ اسلام کے ابتدائی دور میں تو یہ بھی کافی تھا کہ مومن حملہ آوروں کی تعداد مدافعین کی تعداد کا دسواں حصہ ہو۔

(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفاً مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لا يَفْقَهُونَ * الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفاً فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ)[3] (اے نبی، مومنوں کو قتال پر ابھارو۔ اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے، اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں تو وہ کافروں میں سے ایک ہزار پر غالب آئیں گے، اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔ اب اللہ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ تم میں کمزوری ہے، لہٰذا اگر تم میں سے ایک سو

---

[1] - سورۂ انفال، آیت 9۔
[2] - سورۂ انفال، آیت 12۔
[3] - سورۂ انفال، آیات 65–66۔

صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے، اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔)

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ مومنوں کی فرشتوں کے ذریعے مدد کرتا ہے، اور ان کے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے، یہاں تک کہ اس سے پہلے کہ وہ اسے پکاریں اور اس سے فریاد کریں؛ کیونکہ وہ اس کی راہ میں، اس کی رضا کے طلب گار بن کر، اور اس کے دین، اس کے انبیاء ، اور اس کے رسولوں کی نصرت کے لیے نکلتے ہیں، اور وہی اپنے دین، اپنے انبیاء، اور اپنے رسولوں کی مدد کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ اور اس نے مخلوق کو اپنی اطاعت اور اپنی نصرت کے ذریعے آزمایا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون غیب میں اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی نصرت کرتا ہے۔

(لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَ أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَ أَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ)[1] (یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب، اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں، اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت قوت ہے، اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں، اور تاکہ اللہ جان لے کہ کون غیب میں اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے، بے شک اللہ قوی اور غالب ہے۔)

اور اسی طرح (مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ) (جو لوگ غیب میں اللہ اور اس کے رسولوں کی نصرت کرتے ہیں) ان کے ساتھ ثابت قدمی، فرشتوں کی مدد، اور کافروں کے دلوں میں رعب بھی ہوتا ہے، اور یہ سب غیبی ہتھیار ہیں جن پر مومن ایمان رکھتے ہیں اور جنہیں ان کی بصیرتیں درک کرتی ہیں۔

(إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ)[2] (جب تمہارا رب فرشتوں کی طرف وحی کرتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو، میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا، لہٰذا ان کی گردنوں پر ضرب لگاؤ اور ان کی ہر ہر انگلی پر ضرب لگاؤ۔)

---

[1] - سورۂ حدید، آیت 25۔

[2] - سورۂ انفال، آیت 12۔

(سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَاناً وَمَأْوَاهُمُ النَّارُوَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ)[1] (ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک ٹھہرایا جن پر اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، اور ان کا ٹھکانا آگ ہے، اور ظالموں کا ٹھکانہ بہت ہی برا ہے۔)

(وَ أَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقاً تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقاً)[2](اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے ان کی مدد کی تھی اللہ نے انہیں ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا، اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، چنانچہ تم ایک گروہ کو قتل کرتے تھے اور ایک گروہ کو قید کرتے تھے۔)

(هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَ أَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ)[3](وہی ہے جس نے اہلِ کتاب میں سے کافروں کو پہلی ہی جمع آوری کے موقع پر ان کے گھروں سے نکال باہر کیا، تم نے گمان نہیں کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے، اور وہ خود یہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے، پھر اللہ ان پر وہاں سے آیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا، اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے اور مومنوں کے ہاتھوں سے ویران کر رہے تھے، پس اے بصیرت والو! عبرت حاصل کرو۔)

اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، یوشع بن نون (ع) کے ساتھ جنگ کرنے والے مومنوں کی تعداد، اور ساز و سامان ان کافر قوموں کے مقابلے میں بہت کم تھا جن کا انہوں نے سامنا کیا، اور یہی صورتِ حال طالوت، اور اس کے ساتھ موجود مومن جماعت کی بھی تھی۔ بلکہ طالوت، اور اس کی جماعت کے واقعے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایک واضح نشانی ہے، کیونکہ نوجوان داؤد، جو عمر میں قوم کا سب سے کم سن تھا، اور جس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار تک نہیں تھا، سوائے ایک غلیل اور چند پتھروں کے، اسی نے جالوت کے لشکر پر فیصلہ کن ضرب لگائی، جالوت کو قتل کیا، اور وہی جالوت کے لشکر کی شکست کا اصل سبب بنا۔

---

1 - سورۂ آلِ عمران، آیت 151۔

2 - سورۂ احزاب، آیت 26۔

3 - سورۂ حشر، آیت 2۔

(فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ)[1] (پس انہوں نے اللہ کے حکم سے انہیں شکست دی، اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا۔)

اس قصے میں صرف یہ نہیں کہ کم تعداد اور کم ساز و سامان رکھنے والی مومن جماعت نے زیادہ تعداد، اور مضبوط ساز و سامان رکھنے والی کافر جماعت پر غلبہ پا لیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سب سے کم تعداد، اور سب سے کم ساز و سامان، یعنی داؤد (ع)، اور اس کے پتھروں ہی نے اس معرکے میں فتح حاصل کی۔ اس معرکے میں کسی نے بھی، حتیٰ کہ مومنوں نے بھی، کم سن داؤد (ع) اور اس کے پتھروں کو کوئی اہمیت نہیں دی، لیکن اللہ نے داؤد کے ذریعے اور داؤد کے پتھروں کے ذریعے کلام کیا۔ اللہ اس آیت کے ذریعے یہ بتانا چاہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی قوت نہیں۔

ابو عبد اللہ (ع) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: (الْقَلِيلُ الَّذِينَ لَمْ يَشْرَبُوا وَلَمْ يَغْتَرِفُوا ثَلَاثُ مِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا، فَلَمَّا جَاوَزُوا النَّهَرَ وَنَظَرُوا إِلَى جُنُودِ جَالُوتَ قَالَ الَّذِينَ شَرِبُوا مِنْهُ:

(لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ)

وَقَالَ الَّذِينَ لَمْ يَشْرَبُوا:

(رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ)

فَجَاءَ دَاوُدُ (ع) حَتَّى وَقَفَ بِحِذَاءِ جَالُوتَ، وَكَانَ جَالُوتُ عَلَى الْفِيلِ، وَعَلَى رَأْسِهِ التَّاجُ وَفِيهِ يَاقُوتَةٌ يَلْمَعُ نُورُهَا، وَجُنُودُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَأَخَذَ دَاوُدُ مِنْ تِلْكَ الْأَحْجَارِ حَجَرًا فَرَمَى بِهِ فِي مَيْمَنَةِ جَالُوتَ، فَمَرَّ فِي الْهَوَاءِ وَوَقَعَ عَلَيْهِمْ فَانْهَزَمُوا، وَأَخَذَ حَجَرًا آخَرَ فَرَمَى بِهِ فِي مَيْسَرَةِ جَالُوتَ فَوَقَعَ عَلَيْهِمْ فَانْهَزَمُوا، وَرَمَى جَالُوتَ بِحَجَرٍ ثَالِثٍ فَصَكَّ الْيَاقُوتَةَ فِي جَبْهَتِهِ وَوَصَلَ إِلَى دِمَاغِهِ وَوَقَعَ إِلَى الْأَرْضِ مَيِّتًا، فَهُوَ قَوْلُهُ:

(فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ)[2])[3]

(وہ تھوڑے لوگ جنہوں نے نہ پانی پیا تھا اور نہ ہی اس میں سے چلو بھرا تھا، تین سو تیرہ آدمی تھے، پھر جب وہ دریا پار کر گئے، اور جالوت کے لشکروں کو دیکھا تو جن لوگوں نے اس میں سے پیا تھا انہوں نے کہا:

(آج ہم میں جالوت، اور اس کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔)

اور جن لوگوں نے نہیں پیا تھا انہوں نے کہا:

---

[1] - سورۂ بقرہ، آیت 251۔
[2] - سورۂ بقرہ، آیت 251۔
[3] - تفسیر القمی، جلد 1، صفحہ 83۔

(اے ہمارے رب، ہم پر صبر انڈیل دے، ہمارے قدم جما دے، اور ہمیں کافر قوم پر نصرت عطا فرما۔)

پھر داؤد (ع) آئے یہاں تک کہ جالوت کے مقابل کھڑا ہو گئے اور جالوت ہاتھی پر سوار تھا، اس کے سر پر تاج تھا جس میں ایک یاقوت جڑا ہوا تھا جس کی روشنی چمک رہی تھی، اور اس کے لشکر اس کے سامنے تھے۔ داؤد نے ان پتھروں میں سے ایک پتھر لیا ، اور جالوت کے لشکر کے دائیں جانب پھینکا، وہ ہوا میں چلتا ہوا ان پر گرا تو وہ شکست کھا گئے، پھر داؤد (ع) نے ایک دوسرا پتھر لیا ، اور جالوت کے لشکر کے بائیں جانب پھینکا، وہ ان پر گرا تو وہ بھی شکست کھا گئے، پھر داؤد (ع) نے تیسرا پتھر جالوت پر پھینکا، وہ اس کے ماتھے میں جڑے یاقوت پر لگا، اس کے دماغ تک پہنچا، اور وہ زمین پر گر کر مر گیا، یہی اللہ کا یہ فرمان ہے:

(پس انہوں نے اللہ کے حکم سے انہیں شکست دی، اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا، اور اللہ نے اسے بادشاہت، اور حکمت عطا کی۔)

پس جب جنگ اللہ کی راہ میں ہو تو ساز وسامان، اور تعداد کی مساوات کو ایک مختلف زاویے سے دیکھنا چاہیے، اور اسے جہاد اور اللہ کی راہ میں جنگ کے لیے مستقل رکاوٹ نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ مطلوب یہ ہے کہ جتنی طاقت تم سے ہو سکے تیار کرو، اور باقی اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر چھوڑ دو: (وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لا تُظْلَمُونَ)[1] (تم ان کے لیے جتنی طاقت تم سے ہو سکے تیار کرو، اور بندھے ہوئے گھوڑے بھی، تاکہ اس کے ذریعے اللہ کے دشمن، اور اپنے دشمن پر رعب ڈال سکو، اور ان کے سوا دوسروں پر بھی جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے، اور تم اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا واپس دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔)

اور ایمان رکھو اور یقین کرو کہ نصرت تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے:

(كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ)[2] (کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ایسی ہوئیں جنہوں نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں کو شکست دی، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔)

---

[1] - سورۂ انفال، آیت 60۔

[2] - سورۂ بقرہ، آیت 249۔

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے سوا انکار نہیں مانتا کہ وہ اپنے رسولوں اور ان کے پیروکاروں کی حقانیت کو واضح کرے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ کمزور اور تھوڑے ہوتے ہیں، تو اللہ انہیں اپنے دشمن اور ان کے دشمن پر غالب کر دیتا ہے حالانکہ وہ تعداد میں زیادہ، اور غرور و تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اور اسی طرح ہمیشہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے دین اور اس کی دعوت کو ہر قسم کی دنیاوی اور اقتداری لالچ سے خالی رکھتا ہے، تاکہ اس کے دین میں وہی داخل ہو اور اس کی راہ میں وہی جہاد کرئے جو صرف اللہ اور اللہ کی رضا کا طالب ہو۔ ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے کہ جنت کو مشقتوں سے گھیر دیا گیا ہے ،اور جہنم کو خواہشات سے، پس اللہ کا حق دین خواہشات سے نہیں بلکہ مشقتوں سے گھرا ہوا ہے، لہٰذا اے عقل والو توجہ کرو۔

رسول اللہ (ص) نے فرمایا: (حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ، وَحُفَّتِ النَّارُبِالشَّهَوَاتِ)[1](جنت مشقتوں سے گھری ہوئی ہے، اور جہنم خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔)

اور رسول اللہ (ص) نے فرمایا: (الْحَقُّ ثَقِيلٌ مُرٌّ، وَالْبَاطِلُ خَفِيفٌ حُلْوٌ)[2](حق بھاری اور کڑوا ہوتا ہے، اور باطل ہلکا، اور میٹھا ہوتا ہے۔)

وحدت واتحاد

ہر جنگی معاشرے کے لیے وحدت کا ہونا ضروری ہے، ورنہ جنگی معاشرے میں تفرقے کا نتیجہ لازماً شکست ہوتا ہے: (وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ)[3](اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ تم ناکام ہو جاؤ، اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے، اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔) اور بالخصوص اس وقت جب مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو ساز وسامان اور تعداد میں برتر ہو، لیکن یہ وحدت ماضی میں بھی پوری حاصل نہ ہو سکی، چنانچہ بنی اسرائیل نہ موسیٰ کے ساتھ متحد تھے، نہ یوشع کے ساتھ، نا داؤد اور نہ سلیمان کے ساتھ، بلکہ ان میں بہت زیادہ منافق موجود تھے، یہاں تک کہ خود موسیٰ (ع) بھی ان کی زبانوں سے محفوظ نہ رہے، چہ جائیکہ دوسرے محفوظ رہتے۔

[1] - مستدرک سفینۃ البحار: جلد 6، صفحہ 94۔
[2] - مستدرک سفینۃ البحار: جلد 6، صفحہ 94۔
[3] - سورۂ انفال، آیت 46۔

(وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ)[1] (اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم، تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے، اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔)

اس کے باوجود ان انبیاء نے اللہ کی راہ میں جہاد اور جنگ سے کوتاہی نہیں کی۔ اور رسول اللہ (ص) کے ساتھ بھی مسلمان مکمل طور پر متحد نہ تھے، بلکہ کوئی کسی سے ناراض تھا، کوئی کسی کے بارے میں نفاق رکھتا تھا، پھر بھی وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرتے رہے، یہاں تک کہ امام صادق (ع) سے اس آیت کی قرات کے بارے میں یوں منقول ہے:

(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ بِالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ) (اے نبی! کافروں کے خلاف منافقین کے ذریعے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت برا انجام ہے۔) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ)[2] (اور تمہارے ارد گرد کے دیہاتیوں میں سے بھی منافق ہیں، اور مدینہ والوں میں سے بھی ایسے ہیں جو نفاق پر جم گئے ہیں، تم انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں، ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے، پھر انہیں بڑے عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔)

اور علی بن ابی طالب (ع) کے ساتھ تو تفرقہ اور انتشار کا معاملہ سورج سے بھی زیادہ واضح تھا، یہاں تک کہ لوگوں نے ان پر ایسے درد ڈالے جنہوں نے ان کا جگر کو پیپ سے بھر دیا، اور آپ بار بار اس مفہوم کو دہراتے رہے: (عَجِبْتُ مِنِ اجْتِمَاعِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ عَلَىٰ بَاطِلِهِمْ، وَتَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ)[3] (مجھے تعجب ہے کہ وہ لوگ اپنے

---

[1] - سورۂ صف، آیت 5۔

[2] - سورۂ توبہ، آیت 101۔

[3] - امیر المؤمنین (ع) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: (کیا تعجب ہے، اللہ کی قسم، یہ بات دل کو مردہ کر دیتی ہے، اور غم کو کھینچ لاتی ہے کہ وہ لوگ اپنے باطل پر جمع ہیں، اور تم اپنے حق سے بکھرے ہوئے ہو، تم پر افسوس اور تم پر ملال، جب تم نشانہ بن گئے ہو جس پر تیر برسائے جاتے ہیں، تم پر حملے کیے جاتے ہیں، اور تم جواب میں حملہ نہیں کرتے، تم پر چڑھائی کی جاتی ہے، اور تم چڑھائی نہیں کرتے، اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے، اور تم راضی رہتے ہو۔ جب میں تمہیں گرمی کے دنوں میں ان کی طرف نکلنے کا حکم دیتا ہوں تو تم کہتے ہو یہ سخت گرمی ہے، ہمیں مہلت دو کہ گرمی ہم سے ہلکی ہو جائے، اور جب میں تمہیں سردی میں ان کی طرف نکلنے کا حکم دیتا ہوں تو تم کہتے ہو یہ سخت سردی ہے، ہمیں مہلت دو کہ سردی ہم سے اتر

باطل پر کس طرح جمع ہو گئے ہیں اور تم اپنے حق سے کس طرح بکھر گئے ہو۔) اور جب ابنِ ملجم، اللہ اس پر لعنت کرے، نے آپ پر ضرب لگائی تو آپ (ع) نے فرمایا: (فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ) (ربِّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔) اور یہ کامیابی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کے حصول کی نہ تھی، بلکہ ان لوگوں سے نجات کی کامیابی بھی تھی جو اپنے آپ کو شیعہ کہلاتے تھے، اور اپنے اختلافات، بکھری ہوئی آرا اور اپنے امام کے ایک کلمے پر متحد نہ ہونے کے باعث آپ کو غم و کرب کے گھونٹ پلاتے رہے۔

پس نتیجہ یہ ہے کہ ماضی میں مکمل وحدت حاصل نا ہو سکی، لہٰذا مطلوب یہ ہے کہ ایک قابلِ اعتماد جماعت متحد ہو کر حق کے گرد جمع ہو، اور اس جماعت کے پاس اللہ کی راہ میں جہاد اور جنگ کرنے کے لیے ساز و سامان اور تعداد موجود ہو، خواہ بعد میں منافقوں کا ایک گروہ بھی اس میں شامل ہو جائے، یعنی وہ لوگ جو اسلام میں تو داخل ہو گئے مگر ایمان ابھی ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ (قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئاً إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ)[1] (بدو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، کہہ دیجیے تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا ہے، اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔)

جائے۔ یہ سب گرمی، اور سردی سے بھاگنے کے لیے ہے، پس اگر تم گرمی، اور سردی سے بھاگتے ہو تو اللہ کی قسم تم تلوار سے تو اس سے بھی زیادہ بھاگنے والے ہو۔ اے مردوں کی مشابہت رکھنے والو، مگر مرد نہیں، بچوں جیسے خواب دیکھنے والو، پردوں میں بیٹھی عورتوں جیسی عقل رکھنے والو، کاش میں نے تمہیں نہ دیکھا ہوتا، اور نا تمہیں پہچانا ہوتا، ایسی پہچان جس نے، اللہ کی قسم ندامت لے آئی اور غم و اندوہ کا سبب بنی۔ اللہ تمہیں مارے، تم نے میرا دل پیپ سے بھر دیا، اور میرا سینہ غصے سے بھر دیا، اور تم نے مجھے غم کے گھونٹ سانس بہ سانس پلائے، اور اپنی نافرمانی، اور بے وفائی سے میرے فیصلے کو بگاڑ دیا، یہاں تک کہ قریش کہنے لگے کہ ابنِ ابی طالب بہادر آدمی ہے مگر اسے جنگ کا علم نہیں۔ اللہ ان کے باپ کو مارے، کیا ان میں سے کوئی مجھ سے زیادہ جنگ میں سخت، اور اس میں آگے بڑھنے والا ہے؟ میں نے اس میں اس وقت قدم رکھا جب ابھی بیس برس کی عمر کو بھی نہیں پہنچا تھا، اور آج میں ساٹھ سے اوپر ہو چکا ہوں، لیکن اس کی کوئی رائ نہیں جس کی اطاعت نہ کی جائے۔) نہج البلاغہ بشرح محمد عبدہ، ج 1، ص 69۔

[1] - سورۂ حجرات، آیت 14۔

ایمانی معاشرہ جو الٰہی انقلاب کے تصور سے باخبر اور باشعور ہو

یعنی ایمانی معاشرے میں منافقین کی تعداد اتنی زیادہ نہ ہو کہ وہ ایمانی معاشرے پر ایسا اثر ڈالے جو اسے مکمل طور پر انحراف کی طرف لے جائے، خصوصاً اللہ کے کلمے کی سر بلندی کے لیے جہاد کے دوران قتال کے نازک مواقع پر۔ یا یہ کہ ایمانی معاشرے میں اسلامی انقلاب کے فکر سے آگاہ مومنوں کی ایک ایسی جماعت موجود ہو جو اس معاشرے پر اثر انداز ہو، اور حق کو مضبوط، اور سنجیدہ انداز میں پیش کر کے ایمانی معاشرے کو حق اور اس کے اہل سے آشنا کرے، جس کے نتیجے میں حق اور اس کے اہل کے بارے میں شعور پیدا ہونے کی وجہ سے نفاق اور اہلِ نفاق کا خطرہ محدود ہو جائے لہٰذا انفاق، اور اس کے پیروکاروں کے سبب مکمل انحراف رونما نہ ہو سکے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال تفرقے کی موجودگی، اہلِ باطل کی بالادستی، اور اہلِ حق کی قلّت کے ساتھ ممکن نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ)[1] (اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے بہت ہی تھوڑے تھے۔)

(وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ)[2] (اور میرے بندوں میں شکر گزار بہت ہی کم ہیں۔)

(إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ)[3] (مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کیے، اور وہ بھی بہت کم ہیں۔)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يُؤْمِنُونَ)[4] (اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہی حق ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔)

---

1 - سورۂ ہود، آیت 40۔

2 - سورۂ سبأ، آیت 13۔

3 - سورۂ ص، آیت 24۔

4 - سورۂ رعد، آیت 1۔

(فَلا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِنْهُ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يُؤْمِنُونَ)[1] (پس تم اس کے بارے میں کسی شک میں نہ پڑو، بے شک وہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔)

لیکن یہ اللہ کے فضل سے اللہ کے کلمے کی سر بلندی کے لیے جہاد اور جنگ کرنے کے تسلسل کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے، اور ممکن ہے کہ یہ بعد میں ،اور خاصی مدت گزرنے کے بعد ظاہر ہو، جیسا کہ امام علی (ع) اور امام حسین (ع) کے ساتھ ہوا۔ پس معاشرے میں الٰہی انقلاب کے تصور کے بارے میں شعور کی کمی، اللہ کے کلمے کی سر بلندی کے لیے جہاد، اور جنگ کرنے سے مانع نہیں بنتی، بلکہ یہ ایک رکاوٹ ،اور عارضی مشکل ہوتی ہے جو وقت کے ساتھ زائل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس میں مومنوں کے لیے آزمائش ہے، ان کے حال کی بھی، اور اس بات کی بھی کہ ان کا یقین ،اور ایمان کس حد تک مضبوط، اور راسخ ہے کہ وہ زمین میں اللہ کے ولی، اور اس کے خلیفے کے ساتھ ، یا اس کے مقرر کردہ نمائندے کے ساتھ ، اللہ کے کلمے کی سر بلندی کے لیے جنگ کرتے ہیں۔

پس اتنی بہت بڑی طاقت کے خلاف کھڑا ہونا کوئی آسان کام نہیں، لیکن یہی حال تمام انبیاء اور رسولوں کا ،اور ان مومنوں کا رہا ہے جنھوں نے ان کی پیروی کی۔ قرآن ،اور آسمانی کتابوں میں واضح ہے کہ کسی قوم نے اپنے نبی کے ساتھ مل کر قتال نہیں کیا اور نہ ہی اللہ کے کلمے کی سر بلندی کے لیے کھڑی ہوئی، بلکہ اس کے ساتھ ایمان لانے والے بہت کم تھے، اور اس کی مدد کرنے والے بھی کم تھے، یا جیسا کہ عمل نا کرنے والے علماء کے ذریعے اس کی تعبیر کی جاتی ہے:

(فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَراً مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ)[2] (تو اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہم تمھیں اپنے جیسا ایک انسان ہی دیکھتے ہیں، اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف وہی لوگ کر رہے ہیں جو ہماری نظر میں کمتر ہیں، وہ بھی سرسری رائے کے ساتھ ، اور ہم تمہارے لیے اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں دیکھتے، بلکہ ہم تو تمھیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔)

پس طالوت (ع) کے ساتھ دریا صرف 313 آدمیوں نے عبور کیا، اور یہی وہ تعداد ہے جو بدر میں رسول اللہ (ص) کے ساتھ تھی، اور یہی اصحابِ قائم بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] - سورۂ ہود، آیت 17۔

[2] - سورۂ ہود، آیت 27۔

(فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلاً مِنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلاقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ * وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْراً وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ)[1] (پس جب طالوت لشکروں کو لے کر نکلا تو اس نے کہا: بے شک اللہ تمہیں ایک دریا کے ذریعے آزمانے والا ہے، پس جو اس میں سے پیے وہ مجھ سے نہیں، اور جو اسے نہ چکھے وہ مجھ سے ہے، سوائے اس کے جو اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔ چنانچہ انہوں نے اس میں سے پی لیا مگر ان میں سے بہت ہی تھوڑوں نے۔ پھر جب وہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے دریا پار کر گئے تو کہنے لگے: آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ تو جن لوگوں کو یقین تھا کہ وہ اللہ سے ملاقات کرنے والے ہیں انہوں نے کہا: کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ایسی ہوئی ہیں جنہوں نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں کو شکست دی، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابل آ نکلے تو انہوں نے کہا: اے ہمارے رب، ہم پر صبر انڈیل دے، ہمارے قدم جما دے، اور ہمیں کافر قوم پر مدد عطا فرما۔)

دوسری قسم دفاعی جہاد

یہ مومنوں کا اپنی اس سرزمین کا دفاع کرنا ہے جس کے باشندے دینِ حق پر ہوں، جب اس سرزمین پر کافر یا مشرک حملہ آور ہوں۔ تمام الٰہی ادیان دفاعی جہاد کی اجازت دیتے ہیں بلکہ مومنوں پر اسے واجب قرار دیتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک فطری، اور غریزی امر ہے، یہاں تک کہ جانوروں میں بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنے گھونسلوں، بلوں اور ٹھکانوں کا دفاع کرتے ہیں۔

لوگوں میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ زمین کے دفاع میں جنگ کرنا جائز ہے، بلکہ آج اقوامِ متحدہ کے سیکولر قوانین بھی مقامی باشندوں کی طرف سے قابض قوتوں کے خلاف مزاحمت کو جائز قرار دیتے ہیں، اور سب سے بڑا تعجب یہ ہے کہ اس زمانے کے گمراہ پیشواؤں نے ہمیں اس حق کے دفاع پر مجبور کر دیا ہے جسے اللہ نے مشروع کیا، جسے فطرت، اور جبلّت نے قبول کیا، اور جس پر تمام انسانوں کا اتفاق ہے، لیکن وہ خود غدار ہیں، انہوں

[1] - سورۂ بقرہ، آیات 249–250۔

نے اللہ تعالیٰ سے خیانت کی، دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے ،اور اسی پر مطمئن ہیں، اور انہوں نے دنیاوی زندگی اور امریکہ و مادّی مغرب کی رضا کو اللہ کی ناراضی کے بدلے خرید لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلا نَصِيرٍ)[1] (اور یہود و نصاریٰ ہر گز تم سے راضی نہیں ہوں گے جب تک تم ان کے طریقے کی پیروی نہ کرو۔ کہہ دو کہ ہدایت تو بس اللہ ہی کی ہدایت ہے، اور اگر اس علم کے آ جانے کے بعد جو تمہارے پاس آ چکا ہے تم ان کی خواہشات کی پیروی کرو گے تو اللہ کی طرف سے نہ تمہارا کوئی کارساز ہو گا اور نہ کوئی مدد گار۔)

مکارمِ اخلاق میں رسول اللہ (ص) کی ابنِ مسعود کو کی گئی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت: (يَا ابْنَ مَسْعُودٍ، الإِسْلَامُ بَدَأَ غَرِيبًا، وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ، فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ الزَّمَانَ مِمَّنْ يَظْهَرُ مِنْ أَعْقَابِكُمْ فَلَا يُسَلِّمْ عَلَيْهِمْ فِي نَادِيهِمْ، وَلَا يُشَيِّعْ جَنَائِزَهُمْ، وَلَا يَعُودْ مَرْضَاهُمْ، فَإِنَّهُمْ يَسْتَسِنُّونَ بِسُنَّتِكُمْ، وَيُظْهِرُونَ بِدَعْوَاكُمْ، وَيُخَالِفُونَ أَفْعَالَكُمْ، فَيَمُوتُونَ عَلَى غَيْرِ مِلَّتِكُمْ، أُولٰئِكَ لَيْسُوا مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُمْ. إِلَى أَنْ يَقُولَ: يَا ابْنَ مَسْعُودٍ، يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، الصَّابِرُ فِيهِ عَلَى دِينِهِ مِثْلُ الْقَابِضِ بِكَفِّهِ الْجَمْرَةَ، فَإِنْ كَانَ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ ذِئْبًا، وَإِلَّا أَكَلَتْهُ الذِّئَابُ.

يَا ابْنَ مَسْعُودٍ، عُلَمَاؤُهُمْ وَفُقَهَاؤُهُمْ خَوَنَةٌ فُجَّارٌ، أَلَا إِنَّهُمْ أَشْرَارُ خَلْقِ اللَّهِ، وَكَذٰلِكَ أَتْبَاعُهُمْ، وَمَنْ يَأْتِيهِمْ وَيَأْخُذُ مِنْهُمْ وَيُحِبُّهُمْ وَيُجَالِسُهُمْ وَيُشَاوِرُهُمْ، أَشْرَارُ خَلْقِ اللَّهِ، يُدْخِلُهُمُ اللَّهُ نَارَ جَهَنَّمَ، صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ، وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا، مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ، كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا، كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ، إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ، تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ، كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا، وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ، لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ.

يَا ابْنَ مَسْعُودٍ، يَدَّعُونَ أَنَّهُمْ عَلَى دِينِي وَسُنَّتِي وَمِنْهَاجِي وَشَرَائِعِي، إِنَّهُمْ مِنِّي بُرَآءُ وَ أَنَا مِنْهُمْ بَرِيءٌ.

يَا ابْنَ مَسْعُودٍ، لَا تُجَالِسُوهُمْ فِي الْمَلَإِ، وَلَا تُبَايِعُوهُمْ فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا تَهْدُوهُمْ إِلَى الطَّرِيقِ، وَلَا تَسْقُوهُمُ الْمَاءَ.

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ﴾.[2] وَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ﴾.[3]

---

[1] - سورۂ بقرہ، آیت 120۔

[2] - سورۂ ہود، آیت 15۔

[3] - سورۂ شوریٰ، آیت 20۔

يَا ابْنَ مَسْعُودٍ، وَمَا أَكْثَرَمَا تَلْقَى أُمَّتِي مِنْهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ وَالْجِدَالَ، أُولَئِكَ أَذِلَّاءُ هَذِهِ الْأُمَّةِ فِي دُنْيَاهُمْ، وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ لَيَخْسِفَنَّ اللَّهُ بِهِمْ وَلَيَمْسَخَنَّهُمْ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ.

قَالَ: فَبَكَى رَسُولُ اللَّهِ، وَبَكَيْنَا لِبُكَائِهِ، وَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا يُبْكِيكَ؟ فَقَالَ: رَحْمَةً لِلْأَشْقِيَاءِ. يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ)[1]، يَعْنِي الْعُلَمَاءَ وَالْفُقَهَاءَ...)[2] (اے ابنِ مسعود، اسلام غربت حالت میں شروع ہوا تھا، اور جیسے شروع ہوا تھا ویسے ہی دوبارہ غریب ہو جائے گا، پس غریبوں کے لیے خوشخبری ہے۔ تمہاری نسلوں میں سے جو لوگ اس زمانے کو پائیں، وہ ان نہ ان کی مجلسوں میں انہیں سلام کریں، نہ ان کے جنازوں میں شریک ہو، اور نہ ان کے بیماروں کی عیادت کریں، کیونکہ وہ تمہاری سنت کو اپنی خواہش کے مطابق اچھا سمجھیں گے، تمہارے دعوے ظاہر کریں گے ،اور تمہارے اعمال کی مخالفت کریں گے، پس وہ تمہارے دین کے سوا کسی اور حالت پر مریں گے، یہ لوگ مجھ سے نہیں ہیں، اور میں ان سے نہیں ہوں۔ پھر فرمایا: اے ابنِ مسعود، لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں اپنے دین پر ثابت قدم رہنے والا ایسا ہو گا جیسے کوئی اپنے ہاتھ میں انگارہ تھامے ہوئے ہو، پس اگر وہ اس زمانے میں بھیڑیا نہ بنے تو بھیڑیے اسے کھا جائیں گے۔

اے ابنِ مسعود، ان کے علماء ،اور فقہاء خائن ،اور بدکار ہوں گے، خبردار ! بے شک وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے بدترین ہوں گے، اور اسی طرح ان کے پیروکار بھی، اور وہ لوگ بھی جو ان کے پاس آتے ہیں، ان سے لیتے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں، ان کی صحبت اختیار کرتے ہیں، اور ان سے مشورہ کرتے ہیں، یہ سب اللہ کی مخلوق میں بدترین ہوں گے۔ اللہ انہیں جہنم کی آگ میں داخل کرے گا، وہ بہرے، گونگے، اور اندھے ہوں گے، پس وہ لوٹیں گے نہیں مگر ہم قیامت کے دن انہیں ان کے چہروں کے بل اٹھائیں گے، اندھے، گونگے اور بہرے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جب بھی اس کی آگ دھیمی پڑے گی ہم اسے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔ جب بھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ جب انہیں اس میں ڈالا جائے گا تو وہ اس کی دھاڑ سنیں گے جبکہ وہ جوش مار رہی ہو گی، قریب ہے کہ غصے سے پھٹ پڑے، جب بھی وہ غم کے مارے

---

[1] - سورۂ سبأ، آیت 51۔

[2] - مستدرک الوسائل: جلد 12، صفحہ 327؛ إلزام الناصب في إثبات الحجة الغائب: جلد 2، صفحہ 131۔

اس میں سے نکلنا چاہیں گے انہیں اسی میں واپس لوٹا دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا: جلنے والے عذاب کا مزہ چکھو۔ ان کے لیے اس میں چیخ و پکار ہو گی، اور وہ اس میں کچھ نہ سن سکیں گے۔

اے ابنِ مسعود، وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ میرے دین، میری سنت، میرے طریقے، اور میری شریعت پر ہیں، حالانکہ وہ مجھ سے بری ہیں، اور میں ان سے بری ہوں۔

اے ابنِ مسعود، نہ تم ان کے ساتھ مجمع میں بیٹھو، نہ بازاروں میں ان سے لین دین کرو، نہ انہیں راستہ دکھاؤ، اور نہ انہیں پانی پلاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (جو شخص دنیا کی زندگی، اور اس کی زینت چاہتا ہے ہم اس میں اس کے اعمال کا پورا بدلہ دے دیتے ہیں، اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں، اور جو شخص دنیا کی کھیتی چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں، اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔)

اے ابنِ مسعود، میری امت کو ان کی طرف سے بہت سی دشمنی، بغض اور جھگڑوں کا سامنا کرنا پڑے گا، یہی لوگ دنیا میں اس امت کے ذلیل افراد ہوں گے۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا، اللہ ضرور انہیں زمین میں دھنسا دے گا، اور انہیں بندر، اور خنزیر بنا دے گا۔

راوی کہتے ہیں: پھر رسول اللہ (ص) رو پڑے، اور ہم بھی آپ کے رونے کی وجہ سے رو پڑے، اور ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ، آپ کو کس چیز نے رلایا؟ تو آپ نے فرمایا: بدبختوں پر رحمت کی وجہ سے۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اور اگر تم دیکھو جب وہ گھبرا جائیں گے تو ان کے لیے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہو گی، اور وہ قریب ہی سے پکڑ لیے جائیں گے۔) یعنی علما اور فقہا۔)

پس یہ ہے آخری الزمان کے فقہاء کا حال، جیسا کہ رسول اللہ (ص) کی زبان سے بیان ہوا، لہٰذا جو لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ وہ دفاعی جہاد کے فریضے کو معطل کرتے ہیں، ان کے پاس کوئی حجت باقی نہیں رہتی۔

اور سوال باقی رہتا ہے کہ اگر اس سرزمین اور وطن کا دفاع کرنا جہاں انسان رہتا ہے فطرت کے مطابق ہے، اور فطرت وہی اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے: (فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفاً فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يَعْلَمُونَ)[1] (اپنا رخ یکسو ہو

[1] - سورۂ روم، آیت 30۔

کر دین کی طرف قائم رکھو، یہی اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)، اور یہی حق ہے، تو کیا پھر اہلِ شرک اور کفر کا دفاع، اور اللہ کے ولی اور اس کے خلیفہ کے خلاف جنگ کرنا، اس صورت میں جب مومن ان کی سرزمین پر حملہ کریں، حق شمار ہو سکتا ہے؟!

اور اس کا جواب یہ ہے کہ زمین، اور وطن سے محبت جسمانی فطرت، یعنی جبلّ خواہشات میں سے ہے، اور انسان پر لازم ہے کہ وہ اس محبت کو درست سمت میں لگائے، ورنہ یہی محبت اس کے لیے وبالِ جان بن جائے گی۔ لہٰذا انسان کو اپنے ملک کے لیے خیر، اصلاح، اور عدل سے محبت کرنی چاہیے، نہ کہ شر، فساد، اور ظلم سے۔

اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ کا خلیفہ زمین میں ہر جگہ لاإلہ إلّا اللہ کے کلمے کو پھیلانا چاہتا ہے، اور زمین کے رہنے والوں کے لیے خیر، اصلاح اور عدل کا خواہاں ہے، وہ زمین کو قسط، اور عدل سے بھر دینا چاہتا ہے۔ پس زمین اور وطن سے محبت، اور ملک کا دفاع در حقیقت اللہ کے ولی، اور اس کے خلیفہ کے ساتھ کھڑا ہونا ہے، اور اس کے زمین اور وطن میں داخلے کو آسان بنانا ہے تاکہ وہ خیر، اصلاح، عدل، اور دینِ حق کو پھیلائے۔

لہٰذا جو شخص اللہ کے ولی، اور اس کے خلیفہ کے خلاف جنگ کرتا ہے، وہ اپنی زمین، اور اپنے وطن کے لیے خیر اور اصلاح نہیں چاہتا، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ زمین پر ظلم، فساد، اور جور باقی رہے، اور اہلِ باطل کا تسلط قائم رہے، اور طاغوت کی حکومت برقرار رہے۔

سوال کا جواب

اور میرا خیال ہے کہ جو کچھ پہلے بیان ہو چکا ہے اس سے سوال کا جواب واضح ہو گیا ہے کہ **جہاد کیوں ہے؟**

اور وہ اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفاً)[1] (جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، اور جو لوگ کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو، بے شک شیطان کا مکر کمزور ہے۔)

---

[1] - سورۂ نساء، آیت 76۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ)[1] (بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں، اور ان کے مال اس کے بدلے خرید لیے ہیں کہ ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں؟ اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ اس کے ذمے سچا وعدہ ہے جو تورات، انجیل، اور قرآن میں ہے، اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ پس تم اپنے اس سودے پر خوشیاں مناوں کہ جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے، اور یہی عظیم کامیابی ہے۔)

پس جہاد اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے ہے، نہ کہ کسی ذاتی مفاد، غنیمت، یا قومی، و وطنی فائدے کے لیے۔ الٰہی دین ان تمام اعتبارات سے بالاتر ہے، اور اللہ کی عبادت، اور اس کی اطاعت ہی وہ بنیاد ہے جو مومنوں کو جمع کرتی ہے، چاہے ان کا قبائلی، وطنی یا قومی تعلق کچھ بھی ہو، کیونکہ یہ سب آخرکار ایک ہی حقیقت کی طرف لوٹتے ہیں، اور وہ ہے انا، اور نفس کی محبت۔

پس جہاد خواہ ہجومی ہو یا دفاعی، اسے اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے ہونا چاہیے، نہ کہ وطن یا زمین کے دفاع کے لیے، تاکہ اس جہاد میں مومن کے لیے، اللہ کے کلمے کی سربلندی کے سوا کوئی ذاتی مفاد باقی نہ رہے، تاکہ الٰہی تہذیب، الٰہی ثقافت، اور الٰہی آزادی قائم ہو سکے، اور یہ سب اس تہذیب، ثقافت، اور آزادی کے بالکل برعکس ہیں جنہیں آج کل مادّی دنیا نعرے کے طور پر پیش کر رہی ہے، کیونکہ آج جو پرچم بلند کیا جا رہا ہے وہ درحقیقت شیطان ہی کا پرچم ہے، جسے انسانوں، اور جنّوں میں سے شیطان کے لشکر اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس زمین پر قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور زمین والوں کو دجال کے دو جبلّی ہتھکنڈوں، یعنی (آگ کے پہاڑ اور کھانے کے پہاڑ کے ذریعے)[2]، طاقت، اور لالچ کے ساتھ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہی چیزیں ان کے لیے موزوں ہیں۔

---

[1] - سورۂ توبہ، آیت 111۔

[2] - امیر المؤمنین (ع) دجّال کے قصے کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جو جبلِ سَنام سے عراق میں داخل ہوگا، یہ جبلِ سَنام بصرہ، اور کویت کے درمیان واقع ہے، اور اس کے ساتھ آگ کا ایک پہاڑ، اور کھانے کا ایک پہاڑ ہوگا۔ اصبغ بن نباتہ نے امیر المؤمنین (ع) سے پوچھا: (یا امیر المؤمنین، دجّال کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: **خبردار! دجّال شکار کرنے والے کا شکاری بیٹا ہے، پس بدبخت وہ ہے جو اس کی تصدیق کرے، اور سعادت مند ہے وہ جو اسے جھٹلائے۔ وہ ایک بستی سے نکلے گا جسے اصفہان کہا جاتا ہے، ایک گاؤں سے جسے یہودیہ کہا جاتا ہے۔ اس کی دائیں آنکھ مٹی ہوئی ہوگی، اور**

حقیقت یہ ہے کہ شیطان کے لشکروں نے اللہ کے لشکروں اور الٰہی ثقافت کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے، اور یہ ثقافت زمین میں اللہ کے خلیفہ کے وجود پر قائم ہے۔ وہ اپنی جمہوریت کے مطابق یہ سمجھتے، اور فیصلہ کرتے ہیں کہ امام مہدی (ع)، عیسیٰ (ع)، اور ایلیا (ع) کی حکومت صدام (لعنہ اللہ) کی حکومت کے برابر ہے، کیونکہ ان کے نزدیک یہ سب آمریت ہیں۔ لہٰذا اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کا کوئی راستہ نہیں مگر پہلے الٰہی معاشرے کو بیدار اور باشعور کرنا، پھر قوت کے ذریعے اسے نافذ کیا جائے۔

اور اسی طرح انھوں نے، یعنی شیطان کے لشکروں نے، لوگوں کی حاکمیت (جمہوریت) قائم کی، اور فریب ،اور طاقت کے ذریعے اللہ کی حاکمیت کو منسوخ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (قَاتِلُوا الَّذِينَ لا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلا بِالْيَوْمِ الْآخِرِوَلا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ)[1] (ان لوگوں سے جنگ کرو جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نہ آخرت کے دن پر، نہ اس چیز کو حرام سمجھتے ہیں جسے اللہ، اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے، اور نہ دینِ حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں، اور وہ عاجز و مغلوب ہوں۔)

دوسری آنکھ اس کی پیشانی میں ہوگی جو صبح کے ستارے کی طرح چمک رہی ہوگی، اس میں ایک لوتھڑا ہوگا گویا خون میں ملا ہوا ہو۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا، جسے ہر لکھنے والا، اور ان پڑھ اسے پڑھ لے گا۔ وہ سمندروں میں چلے گا، اور سورج اس کے ساتھ چلے گا۔ اس کے آگے دھوئیں کا ایک پہاڑ ہوگا، اور اس کے پیچھے ایک سفید پہاڑ ہوگا جسے وہ لوگوں کو کھانا دکھائے گا۔ وہ شدید قحط کے زمانے میں نکلے گا۔ اس کے نیچے ایک خاکستری گدھا ہوگا، اس کے گدھے کا ایک قدم ایک میل کے برابر ہوگا، زمین اس کے لیے منزل بہ منزل لپیٹ دی جائے گی۔ وہ کسی پانی پر نہیں گزرے گا مگر وہ قیامت کے دن تک زمین میں دھنس جائے گا۔ وہ بلند آواز سے پکارے گا جسے جن، انسان، اور شیاطین مشرق و مغرب کے درمیان سنیں گے، کہے گا: میری طرف آؤ اے میرے دوستو؛ میں وہ ہوں جس نے پیدا کیا، پھر درست کیا، اور اندازہ مقرر کیا پھر ہدایت دی، میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا، وہ کانا ہے، کھانا کھاتا ہے، بازاروں میں چلتا ہے، اور تمہارا رب عزّوجل نہ کانا ہے، نا کھانا کھاتا ہے، نہ چلتا ہے، نہ زائل ہوتا ہے۔ اللہ ان باتوں سے بہت بلند ہے۔ خبردار! اس دن اس کے اکثر پیروکار زنا کی اولاد، اور سبز چغے پہننے والے ہوں گے۔ اللہ عزّوجل اسے شام میں ایک گھاٹی پر جسے عقبہ ٔافیق کہا جاتا ہے، جمعہ کے دن کے تین گھنٹے گزرنے کے بعد قتل کرے گا، اس شخص کے ہاتھوں جس کے پیچھے مسیح عیسیٰ بن مریم (ع) نماز پڑھیں گے۔ خبردار! اس کے بعد بڑی آفت آئے گی۔ ہم نے عرض کیا: وہ کیا ہے یا امیر المؤمنین؟ فرمایا: زمین سے ایک جانور کا نکلنا جو صفا کے پاس سے ہوگا، اس کے ساتھ سلیمان بن داؤد (ع) کی انگوٹھی، اور موسیٰ (ع) کی لاٹھی ہوگی۔ وہ انگوٹھی ہر مومن کے چہرے پر رکھے گا تو اس پر نقش ہو جائے گا: یہ سچا مومن ہے، اور ہر کافر کے چہرے پر رکھے گا تو لکھا جائے گا: یہ سچا کافر ہے۔ یہاں تک کہ مومن پکارے گا: اے کافر، ہائے افسوس اے کافر! اور کافر پکارے گا: اے مومن، تجھے خوش خبری ہو، کاش آج میں بھی تیرے جیسا ہوتا تو بڑی کامیابی پا لیتا۔) کمال الدین: ص 526۔

[1] - سورۂ توبہ، آیت 29۔

تلوار، اور کلمے کے ذریعے جہاد کے درمیان وضاحت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف، اس کے حق دین کی طرف، اور زمین میں اللہ کے خلیفہ کی اطاعت کی طرف دعوت کلمے کے ذریعے سے ہی شروع ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ)[1] (اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت، اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو، اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ بے شک تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا ہے، اور وہی ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔)

اور سلیمان (ع) نے بھی کلمے ہی سے ابتداء کی:

(اذْهَبْ بِكِتَابِي هَذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ)[2] (جا کر میرا یہ خط ان تک پہنچا دو، پھر ان سے الگ ہو جاؤ، اور دیکھو وہ کیا جواب دیتے ہیں۔)

اور وہ ایک معزز، حکمت والا، اور رحمت سے بھرپور خط تھا: (قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ * إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَ إِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ)[3] (اس نے کہا: اے سردارو! میری طرف ایک معزز خط ڈالا گیا ہے، بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے، اور وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔) یعنی وہ خط رحمت کی مہر سے مزین تھا۔

پھر بات آگے بڑھ کر بہترین انداز میں بحث کی طرف جاتی ہے:

(ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ) (اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو،

---

[1] - سورۂ نحل، آیت 125۔
[2] - سورۂ نمل، آیت 28۔
[3] - سورۂ نمل، آیات 29–30۔

اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے بہتر ہو، بے شک تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا ہے، اور وہی ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔)

پھر بات سخت قول کی طرف منتقل ہوتی ہے:

(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ)[1](اے نبی! کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد کرو اور ان پر سختی کرو، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت برا انجام ہے۔)

اور آخر کار سلیمان (ع) نے بھی یہی کیا:

(ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ)[2](ان کی طرف واپس جاؤ، ہم ضرور ان پر ایسے لشکروں کے ساتھ آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہیں کر سکیں گے، اور ہم انہیں وہاں سے ذلیل وخوار کرکے نکال دیں گے، اور وہ حقیر ہوں گے۔)

پس اگر کلمہ مؤثر ثابت نہ ہو تو تلوار اللہ کے کلمے کی سربلندی اور اس کی اطاعت کو زمین میں ظاہر کرنے کے لیے حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن بن جاتی ہے۔ لہٰذا جب کلمہ کارگر ثابت نہ ہو تو تلوار کی طرف منتقل ہونا لازمی ہو جاتا ہے، بلکہ تمام الٰہی ادیان میں یہ واجب رہا ہے؛ اسی لیے اللہ کے انبیاء اور رسولوں نے اللہ کے کلمے کی بلندی کے لیے تلوار اٹھائی، جہاد کیا اور اللہ کی راہ میں جنگ کی چنانچہ کلمے کی تکمیل سے پہلے براہِ راست تلوار کی طرف جانا عجلت و جلدی کرنا ہے، اور عجلت کرنے والے ہلاک ہوئے؛ اور کلمہ پورا ہو جانے کے بعد تلوار کی طرف منتقل نہ ہونا کم ہمتی ہے، اور کم ہمتی کرنے والے بھی ہلاک ہوئے۔

بنی اسرائیل کے جہاد پر روشنی

طالوت کا واقعہ

طالوت کی جماعت بنی اسرائیل کی ایک مومن جماعت تھی جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے لیے وقف کر رکھا تھا، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو اس کے حکم کے لیے وقف کر دیں وہ انہیں بے سہارا چھوڑ دے، اور ان کی مشکل کشائی نہ کرے۔ پس انہوں نے لوگوں کی حاکمیت

[1] - سورۂ توبہ، آیت 73؛ سورۂ تحریم، آیت 9۔
[2] - سورۂ نمل، آیت 37۔

اور بادشاہ کے انتخاب کے لیے انتخابات کو قبول نہیں کیا، بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ وہ خود ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کرے، کیونکہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حاکمیت پر ایمان رکھتے تھے، اور اس کے شیطانی متبادل پر راضی نہ تھے، اور وہ متبادل لوگوں کی حاکمیت ہے۔

(أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلأِ مِنْ بَنِي إِسْرائيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكاً نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ أَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلاً مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ)[1] (کیا تم نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا، جب انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دو تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ اس نے کہا: کہیں ایسا تو نہیں کہ اگر تم پر جنگ فرض کر دیا جائے تو تم جنگ نہ کرو؟ انہوں نے کہا: ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں، حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں، اور ہماری اولاد سے نکال دیا گیا ہے۔ پھر جب ان پر قتال فرض کر دیا گیا تو وہ سب پھر گئے، سوائے ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔)

لیکن کیا کوئی بھی مومن جماعت منافقوں سے خالی ہو سکتی ہے؟ اس طرح سے منافقوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم پر اعتراض کیا۔ (وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكاً قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ)[2] (ان کے نبی نے ان سے کہا: بے شک اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انہوں نے کہا: اسے ہم پر بادشاہت کیسے حاصل ہو سکتی ہے حالانکہ ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حق دار ہیں، اور اسے مال کی فراوانی بھی نہیں دی گئی۔ نبی نے کہا: بے شک اللہ نے اسے تم پر چن لیا ہے، اور اسے علم اور جسمانی قوت میں وسعت عطا کی ہے، اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی بادشاہت عطا کرتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا، خوب جاننے والا ہے۔)

اور نتیجہ یہ ہوا کہ طالوت مجاہدین کو لے کر اللہ کی راہ میں، اور اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے نکل پڑا:

(فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي

---

1 - سورۂ بقرہ، آیت 246۔

2 - سورۂ بقرہ، آیت 247۔

إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلاً مِنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلاقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ) [1] (پس جب طالوت لشکروں کو لے کر روانہ ہوا تو اس نے کہا: بے شک اللہ تمہیں ایک دریا کے ذریعے آزمانے والا ہے، لہٰذا جو اس میں سے پیے وہ مجھ سے نہیں، اور جو اسے نہ چکھے وہ مجھ سے ہے، سوائے اس کے جو اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔ چنانچہ انہوں نے اس میں سے پی لیا مگر ان میں سے بہت ہی تھوڑے۔ پھر جب وہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے دریا پار کر گئے تو انہوں نے کہا: آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ اس پر وہ لوگ جنہیں یقین تھا کہ وہ اللہ سے ملاقات کرنے والے ہیں بولے: کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ایسی ہوئیں جنہوں نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں کو شکست دی، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔)

اور پھر اللہ کی طرف سے آزمائش آئی تاکہ پاک کو ناپاک سے الگ کر دے، اور اس مومن جماعت میں اہلِ فضل کی فضیلت واضح ہو جائے:

(...إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ...) (اللہ تمہیں ایک دریا کے ذریعے آزمانے والا ہے، پس جو اس میں سے پیے وہ مجھ سے نہیں، اور جو اسے نہ چکھے وہ مجھ سے ہے، سوائے اس کے جو اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔)

یہ معاملہ صرف پیاس، اور پانی پینے کا نہیں تھا، بلکہ اس جماعت کے اللہ پر، اور زمین میں اللہ کے ولی، اور اس کے خلیفہ پر ایمان، اس کے سامنے تسلیم اور اس کی اطاعت، اور اللہ کی نصرت، اور مومنوں، اور اس کے خلیفہ کے لیے فتح پر یقین کا معاملہ تھا۔ اسی لیے میدانِ جنگ میں یہ گروہ نمایاں ہو گئے۔ ایک گروہ وہ تھا جو اللہ کے حکم پر یقین رکھتا تھا، جن کے افراد کو اس بات کی پروا نا تھی کہ وہ موت پر جا پڑیں یا موت ان پر آ پڑے: (قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلاقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ) (جن لوگوں کو یقین تھا کہ وہ اللہ سے ملاقات کرنے والے ہیں، انہوں نے کہا: کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ایسی ہوئیں جنہوں نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں کو شکست دی، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔) اور ایک گروہ وہ تھا جن کے قدم جالوت کے لشکر کی عظمت دیکھ کر لرز گئے، لیکن انہوں نے اپنے نفس میں اس کمزوری کا مقابلہ کیا۔ رہا تیسرا گروہ تو

---

[1] - سورۂ بقرہ، آیت 249۔

انہوں نے اپنے دلوں ہی میں جنگ ہار دی، اور ان کے پاس شکست کے سوا کوئی بات نہ رہی، کیونکہ وہ اندر سے شکست خوردہ تھے: انہوں نے کہا: (قَالُوا لا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ) (آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔)

***

رسول اللہ (ص) کے ساتھ مسلمانوں کے جہاد پر روشنی

مکہ میں رسول اللہ (ص)، اور آپ کے اصحاب کلمے اور اچھی نصیحت کے ذریعے جہاد کرتے تھے۔

(ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ)[1] (اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو، اور ان سے ایسے طریقے سے بحث کرو جو سب سے بہتر ہو، بے شک تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا ہے، اور وہی ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔)

پھر جب اہلِ مکہ نے انہیں اذیت، قید، اور تشدد کا نشانہ بنایا تو مسلمانوں نے مکہ سے ہجرت شروع کی، پہلے حبشہ کی طرف، پھر مدینہ منورہ (یثرب) کی طرف، اس کے بعد کہ رسول اللہ (ص) نے مکہ، اور طائف میں جو کچھ برداشت کیا تھا وہ سب پیش آ چکا تھا۔

اور مدینہ میں رسول اللہ (ص) نے جہاد اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلمے کی سربلندی کے لیے تیاری شروع کی، اور یوں غزوۂ بدرِ کبریٰ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ)[2] (اور جب اللہ تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ وہ تمہارے لیے ہوگا، اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ تمہارے ہاتھ آئے، جبکہ اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات کے ذریعے حق کو ثابت کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔)

---

[1] - سورۂ نحل، آیت 125۔

[2] - سورۂ انفال، آیت 7۔

اور اس فتح کا مسلمانوں کے دلوں پر گہرا اثر پڑا، یہ صرف ایک فوجی فتح نہیں تھی بلکہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی، اور انہوں نے اس میں غیبِ الٰہی کے قدرت (ہاتھ) کو محسوس کیا، جس کے نتیجے میں مکہ کے مشرکین کی صفوں میں شکست کے انتظار کی صورت میں ظاہر ہو رہا تھا ۔

اس کے بعد احد کا معرکہ پیش آیا، جس میں وہ سب کچھ ہوا جو ہوا۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی، اور اس کی وجہ دنیا اور اس کی زیب وزینت بنی، جب مسلمانوں کے ایک گروہ نے غنیمتوں کی طلب میں اپنے مورچے چھوڑ دیئے۔ اسی معرکے میں رسول اللہ (ص) کا دندانِ مبارک شہید ہوا، اور مسلمان میدانِ جنگ میں آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے، سوائے چند افراد کے جنھوں نے اپنی جانوں سے آپ کا دفاع کیا۔ اسی معرکے میں اللہ کی طرف سے مسلمانوں پر نصرت بھی ہوئی، جب اللہ نے مشرکین کے دلوں میں رعب ڈال دیا، حالانکہ وہ مسلمانوں کو بالکل مٹا دینے کا ارادہ کر چکے تھے۔ لیکن جب مشرکین نے یہ سنا کہ رسول اللہ (ص) اور مسلمان پوری جانفشانی کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں، تو مشرکین کی قوت ٹوٹ گئی، ان کے دل خوف سے بھر گئے، اور وہ ناکام و نامراد لوٹ گئے۔

پھر معرکۂ خندق پیش آیا، جس میں پورا اسلام پورے کفر کے مقابل آ کھڑا ہوا، جب امیر المؤمنین علی (ع) نے عمرو بن ودّ العامری کو قتل کیا۔ اس معرکے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لشکر، یعنی فرشتے، ہی تھے جنھوں نے مشرکین کی صفوں میں شکست ڈالی، اس کے بعد کہ انہوں نے ان کے دلوں میں کمزوری ڈال دی گئی، کیونکہ وہ خوف سے بھر دیے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحاً وَجُنُوداً لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيراً)[1] (اے ایمان والو، اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی، جب تمہارے پاس لشکر آئے تو ہم نے ان پر ایک تیز آندھی، اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا، اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔)

اور معرکۂ حُنین اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ کثرت وزیادتی کسی کام نہیں آتی، بلکہ نصرت صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بدر میں مومنوں کی مدد کی حالانکہ وہ تعداد میں کم تھے، اور حُنین میں ان کی کثرت بھی ان کے کسی کام نہ آئی، یہاں تک کہ اللہ نے اپنی نصرت کے ذریعے ان کی تائید فرمائی۔

---

[1] - سورۂ احزاب، آیت 9۔

(ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَ أَنْزَلَ جُنُوداً لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ)[1] (پھر اللہ نے اپنے رسول پر ،اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل کی، اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نے نہیں دیکھا، اور کافروں کو عذاب دیا، اور یہی کافروں کی سزا ہے۔)

اور نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لا تَعْلَمُونَ)[2] (تم پر جنگ فرض کر دیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بُری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہجومی، اور دفاعی دونوں طرح کے جہاد کا حکم ہے۔ پس جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)[3] (اے ایمان والو، تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔) اسی طرح اس نے یہ بھی فرمایا: (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ...) (تم پر جنگ فرض کر دیا گیا ہے۔)

اور جس طرح مسلمانوں پر روزہ اس کے وقت آنے، اور اس کی شرائط پوری ہونے پر فرض ہو جاتا ہے، اور حج بھی اس کے وقت آنے، اور شرائط پوری ہونے پر واجب ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود روزہ، اور حج کی ادائیگی سے پیچھے رہ جائے تو اس کی انجام جہنم کی آگ ہے، اور بہت برا انجام ہے، اسی طرح جہاد بھی جب اس کا وقت آ جائے، اور اس کی شرائط پوری ہو جائیں تو واجب ہو جاتا ہے، اور جو اس سے پیچھے رہ جائے وہ نماز، روزہ، اور حج چھوڑنے والے کی مانند ہے، پس اس کا انجام جہنم ہی ہے، اور وہ بہت برا انجام ہے۔

اور یہ بات باقی رہتی ہے کہ جہاد تم پر فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے، کیونکہ انسان کے لیے یہ آسان نہیں کہ وہ اپنی جان بیچ دے؛ اسی لیے یہ سودا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ہے، اور اس کی قیمت جنت ہے۔

(إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ

---

[1] - سورۂ توبہ، آیت 26۔
[2] - سورۂ بقرہ، آیت 216۔
[3] - سورۂ بقرہ، آیت 183۔

وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ)[1] (بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں، اور ان کے مال اس کے بدلے خرید لیے ہیں کہ ان کے لیے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، پس وہ قتل کرتے ہیں، اور قتل کیے جاتے ہیں۔ یہ اس کے ذمے سچا وعدہ ہے جو تورات، انجیل، اور قرآن میں ہے، اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ پس اپنی اس بیع پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اس کے ساتھ کی ہے، اور یہی عظیم کامیابی ہے۔)

پس پاک ہے وہ ذات جس نے جہاد کو ایک آزمائش قرار دیا، جس کے ذریعے وہ ناپاک کو پاک سے، نیک کو بد سے، اور سچے کو جھوٹے سے جدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ)[2] (کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو نمایاں نہیں کیا؟) اور اسی طرح فرمایا: (أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلا رَسُولِهِ وَلا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ)[3] (کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور ان لوگوں کو ظاہر نہیں کیا جنہوں نے اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو رازدار نہیں بنایا؟ اور اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔)

اور آخر میں مومنوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ جہاد کا حتمی نتیجہ نفس، شیطان، دنیا کی زیب و زینت، اور خواہشات پر غلبہ پانا، اور تاریکیوں سے نکل کر نور کی طرف آنا ہے۔ یہ ایک عظیم اور کافی نتیجہ ہے، چاہے اس کے ساتھ میدانِ جنگ میں ظاہری، اور مادی فتح حاصل ہو یا نہ ہو۔

(فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيماً)[4] (پس چاہیے کہ اللہ کی راہ میں وہ لوگ قتال کریں جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ دیتے ہیں، اور جو اللہ کی راہ میں قتال کرے پھر قتل ہو جائے یا غالب آ جائے تو ہم اسے ضرور بڑا اجر عطا کریں گے۔)

---

1 - سورۂ توبہ، آیت 111۔

2 - سورۂ آلِ عمران، آیت 142۔

3 - سورۂ توبہ، آیت 16۔

4 - سورۂ نساء، آیت 74۔

اور کچھ سوالات اب بھی باقی ہیں جو جواب یا مزید وضاحت کے منتظر ہیں:

- وہ جہاد کس کے ساتھ ہو گا جو اللہ چاہتا ہے؟
- اللہ کے نزدیک پسندیدہ جہاد کرنے والے کو کیسے پہچانا جائے؟
- مادی تہذیب کا جہاد سے کیا تعلق ہے؟
- اخلاقی تہذیب کا جہاد سے کیا تعلق ہے؟
- اخلاقی تہذیب کا مادی تہذیب سے کیا تعلق ہے؟
- مادی تہذیب کا انسان کی روحانی تکمیل سے کیا تعلق ہے؟

***

حق کے ساتھ جہاد

اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے جہاد، جیساکہ واضح ہو چکا ہے، ایک شرعی امر ہے بلکہ یہ ان تمام الہامی ادیان میں واجب رہا ہے جنہیں زمین کے لوگوں نے جانا ہے، لیکن یہ حقیقت بھی باقی ہے کہ کچھ لوگ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں تاکہ ایک مسخ شدہ صورت سامنے لائیں جسے وہ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کو جہاد کہتے ہیں؛ لہٰذا ہر وہ عقل مند انسان جو اپنی عقل کی قدر کرتا ہے، اس پر ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس اعلیٰ کلمے کی حدود پر ٹھہرے جسے وہ اس زمین پر قائم کرنا چاہتا ہے، تاکہ وہ ان نادان پیروکاروں، اپنے اپ کو گدھا بنانے (اندھی تقلید کرنے والوں) کے گروہ میں شامل نا ہو جائے کہ جو عمل نہ کرنے والے علما کے تابع ہوتے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے: (مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِيَحْمِلُ أَسْفَاراً بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ)[1] (جن لوگوں کو تورات کا بوجھ دیا گیا پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا، ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو، بہت بری مثال ہے اس قوم کی جس نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا، اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔)

اور ہم مسلمان ہیں، ہمارے پاس قرآن، اور رسول محمد (ص)، اور ان کی پاکیزہ آل کی احادیث ہیں، پس جو مسلمان قرآن اور ان کی احادیث کو اٹھائے ہوئے ہوں مگر ان پر عمل نہ کریں، تو ان کی مثال گدھے جیسی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح فرمایا ہے کہ عمل نہ کرنے والے علماء (گدھوں) کی آواز تقلید کرنے والوں (نادان پیروکاروں) تک بلند، اور سنائی دیتی ہے، لیکن (حقیقت میں) اسی وقت وہ ناپسندیدہ اور قبیح ہوتی ہے، (إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ)[2] (بے شک سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھوں کی آواز ہے۔)

ہر گز نہیں، بلکہ ہر اس معاشرے میں جہاں کسی نبی یا وصی کو مبعوث کیا گیا، اس کے خلاف کھڑے ہونے والے عمل نہ کرنے والے علماء ہی ہوتے تھے، اور ان کی پیروی وہ لوگ کرتے تھے جو بغیر تدبر، اور تفکر کے اندھی

---

[1] - سورۂ جمعہ، آیت 5۔

[2] - سورۂ لقمان، آیت 19۔

تقلید کرتے رہے، بلکہ تمسخر، استہزا اور حملہ آور رویّہ اختیار کیے رہے، تو قیامت کے دن: (تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ)[1] (جن کی پیروی کی گئی وہ ان لوگوں سے بیزار ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی، اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے درمیان تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔)

بہر حال یہ کسی صاحبِ حق کو ثابت کرنے کے لیے کوئی عقیدتی بحث نہیں ہے، بلکہ میں صرف ان تمام لوگوں کی توجہ دلانا چاہتا ہوں جنہیں گمراہی کے علماء نے گدھا و ناداں بنا رکھا ہے، خواہ وہ مسلمان ہوں، عیسائی ہوں یا یہودی، اس حقیقت کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں: (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ)[2] (اور میں نے جنوں، اور انسانوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔) نہ کہ اس لیے کہ وہ عمل نہ کرنے والے گمراہ علماء کا بندہ بن جائے: (اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِنْ دُونِ اللَّهِ)[3] (انھوں نے اللہ کے سوا اپنے علما اور راہبوں کو رب بنا لیا۔)

***

اللہ کا کلمہ بلند ہے

اللہ تعالیٰ نے جب سب سے پہلے انسان کو پیدا کیا تو فرشتوں سے فرمایا: (إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً)[4] (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔) اور اس زمین پر پہلا خلیفہ اللہ کے نبی آدم (ع) تھے۔

یہ خلافت نا ماضی میں منقطع ہوئی، اور نہ ہی قیامت کے دن تک منقطع ہو گی، اور جیسے فرشتے اس خلافت کے اقرار کرنے والے اور اس کا انکار کرنے والے، جو کلمۂ اللہ کا منکر اور جاحد تھا، دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، اسی طرح یہ پہلا معاملہ ہر بار اس زمین پر دہرایا جاتا رہے گا، یہاں تک کہ لوگ بھی اس زمین پر دو حصوں میں تقسیم ہوتے رہیں گے، ایک گروہ اس پہلے منکر یعنی ابلیس کی پیروی کرنے والا ہو گا، اور دوسرا گروہ اس پہلے اقرار کرنے والوں یعنی فرشتوں کی پیروی کرنے والا ہو گا، یہی اللہ کا بلند کلمہ ہے جو ہر زمانے میں دہرایا جائے گا، چنانچہ لوگ اس کے اقرار کرنے والے، اور اس کے منکر بنتے رہیں گے۔

---

[1] - سورۂ بقرہ، آیت 166۔
[2] - سورۂ ذاریات، آیت 56۔
[3] - سورۂ توبہ، آیت 31۔
[4] - سورۂ بقرہ، آیت 30۔

اللہ کی زمین میں اللہ کا خلیفہ ہی اللہ کا کلمہ ہوا کرتا ہے، پس جس نے اس کا اقرار کیا وہ موحدین میں سے ہوا، اور جس نے اس کا انکار کیا وہ مشرکین میں سے ہوا، اسی طرح نہایت سادگی کے ساتھ ، اور بغیر کسی پیچیدگی کے۔ چنانچہ ہر زمانے میں موسیٰ، عیسیٰ، محمد ، اور حسین (علیہم السلام) موجود ہوتے ہیں، بلکہ تمام انبیاء ، اور اوصیاء اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ کی ذات میں مجسم ہوتے ہیں، لہٰذا جس نے اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ کا انکار کیا اس نے موسیٰ (ع) کا انکار کیا اگرچہ وہ اپنے آپ کو یہودی کہتا ہو، اور اس نے عیسیٰ (ع) کا انکار کیا اگرچہ وہ اپنے آپ کو عیسائی کہتا ہو، اور اس نے محمد (ص) کا انکار کیا اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو، اور اس نے حسین (ع) کا انکار کیا اگرچہ وہ اپنے آپ کو حسین بن علی (ع) کا شیعہ کہتا ہو، اور اسی طرح اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ کے امر کو بلند کرنے اور ظاہر کرنے کے لیے جہاد ہوتا ہے، کیونکہ وہ اللہ کا کلمہ ہے ، اور وہ اللہ کا خلیفہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ اور چونکہ توحید اس کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے، اسی کے ذریعے اللہ کی پہچان ہوتی ہے، پس جس نے اللہ کے خلفاء کو پہچانا اس نے اللہ کو پہچانا، اور جس نے ان کا انکار کیا اس نے اللہ کا انکار کیا، اور جس نے انہیں نہ پہچانا اس نے اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانا، کیونکہ اللہ کے خلفاء ہی اللہ کے اسمائے حسنیٰ (اللہ کے بہترین اور سب سے خوبصورت نام) ہیں، اور وہی اللہ کا چہرہ اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہیں۔

ہر زمانے میں اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ کو کیسے پہچانا جائے؟

اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ کی معرفت کا سب سے اہم طریقہ یہ ہے:

پہلا طریقہ: وہی طریقہ جس کے ذریعے فرشتوں نے آدم (ع) کو پہچانا، اور وہ نص ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے خود آدم (ع) پر نص فرمائی کہ وہ اس کی زمین میں اس کا خلیفہ ہے:

(وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لا تَعْلَمُونَ)[1] (اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا: کیا آپ اس میں ایسے کو مقرر کریں گے جو اس میں فساد

[1] - سورۂ بقرہ، آیت 30۔

کرے اور خون بہائے، حالانکہ ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور آپ کے لیے تقدیس بیان کرتے ہیں؟ فرمایا: میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔)

اور آدم (ع) کے بعد بھی اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ کی معرفت کا راستہ نص ہی رہا، لیکن اس مرتبہ یہ الٰہی نص سابقہ خلیفہ کے ذریعے معلوم ہوتی ہے، تو سابقہ خلیفہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی امت کے لیے وصیت کے ذریعے اپنے بعد آنے والے خلیفہ پر نص کرتا ہے۔ تو وہ خود اپنے بعد والے کو معین نہیں کرتا، بلکہ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ ہی اپنی زمین میں اپنے خلیفہ کو مقرر کرتا ہے، اور سابقہ خلیفہ کا کردار صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ اس الٰہی نص کو وصیت کے ذریعے پہنچادے۔ اسی لیے اللہ کی زمین میں انبیاء، اور رسولوں میں سے خلفاء کو اوصیاء کہا گیا، کیونکہ پہلا اپنے بعد آنے والے کی وصیت کرتا ہے، اور کوئی نبی یا امام ایسا نہیں گزرا جس پر اس سے پہلے والے نے نص نہ کی ہو، پس ابراہیم (ع)، اسحاق، اور یعقوب (ع)، اور بنی اسرائیل کے انبیاء نے موسیٰ (ع) پر نص کی، اور ان کی وصیت کی، اور موسیٰ (ع) اور دیگر انبیاء نے عیسیٰ (ع) کی وصیت کی، اور عیسیٰ (ع) نے محمد (ص) کی وصیت کی، اور محمد (ص) نے علی (ع)، اور ان کی اولاد میں سے اماموں، اور مہدیین کی وصیت کی، للذا ان کے علاوہ کسی اور کے لیے کوئی خلا باقی نہیں رہتا جسے پُر کیا جاسکے، لیکن امتیں ان سے منحرف ہو گئیں، چنانچہ ان میں ایسے عمل کرنے والے علماء ظاہر ہوئے جو لوگوں کو اوصیاء کے راستے کی طرف لوٹنے، اور صرف انہی کی پیروی کرنے، اور انہی سے لینے کی رہنمائی کرتے تھے، اور ایسے عمل نہ کرنے والے علماء بھی ظاہر ہوئے جو اوصیاء کے کردار کو اختیار کرنے وپہننے کی کوشش کرتے تھے، جیسے ابن ابی قحافہ نے کیا۔

امیر المؤمنین علی (ع) نے فرمایا: (أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ، وَإِنَّهُ لَيَعْلَمُ أَنَّ مَحَلِّيَ مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَى، يَنْحَدِرُعَنِّي السَّيْلُ وَلَا يَرْقَى إِلَيَّ الطَّيْرُ، فَسَدَلْتُ دُونَهَا ثَوْبًا وَطَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحًا، وَطَفِقْتُ أَرْتَئِي بَيْنَ أَنْ أَصُولَ بِيَدٍ جَذَّاءَ أَوْ أَصْبِرَعَلَى طَخْيَةٍ عَمْيَاءَ، يَهْرَمُ فِيهَا الْكَبِيرُوَيَشِيبُ فِيهَا الصَّغِيرُ، وَيَكْدَحُ فِيهَا مُؤْمِنٌ حَتَّى يَلْقَى رَبَّهُ، فَرَأَيْتُ أَنَّ الصَّبْرَعَلَى هَاتَا أَحْجَى، فَصَبَرْتُ وَفِي الْعَيْنِ قَذًى وَفِي الْحَلْقِ شَجًا، أَرَى تُرَاثِي نَهْبًا)[1] (خدا کی قسم، ابنِ ابی قحافہ نے اس خلافت کو پہن لیا، حالانکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اس میں میرا مقام چکی کے محور کی مانند ہے، سیلاب مجھ سے نیچے اترتا ہے، اور کوئی پرندہ میری بلندی تک نہیں پہنچ سکتا، پس میں نے اس سے پردہ ڈال لیا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور میں سوچنے لگا کہ یا تو کٹے ہوئے ہاتھ کے ساتھ حملہ کروں یا

[1] - نہج البلاغہ بشرح محمد عبدہ: جلد 1، صفحہ 30، خطبہ شقشقیہ۔

اندھی مصیبت پر صبر کروں، ایسی مصیبت جس میں بڑا بوڑھا ہو جاتا ہے، اور چھوٹا سفید بالوں والا ہو جاتا ہے، اور مومن اس میں مشقت اٹھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے رب سے جاملتا ہے، پس میں نے دیکھا کہ اس پر صبر کرنا ہی زیادہ مناسب ہے، چنانچہ میں نے صبر کیا، اس حال میں کہ آنکھ میں تنکا تھا، اور گلے میں کانٹا، میں اپنی میراث کو لٹتا ہوا دیکھ رہا تھا۔)

دوسرا طریقہ: اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ کو پہچاننے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ انبیاء، اور اوصیاء کا ہتھیار ہے، اور وہ علم، اور حکمت ہے، اور یہ ان کے کلام، اور مسائل و واقعات کے علاج و حل سے پہچانا جاتا ہے۔

اور انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ خواہشِ نفس، اور انا سے بالکل الگ ہو جائے تا کہ اللہ کے خلفاء کی حکمت، اور علم اس پر واضح ہو سکے، اور اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر حجت قائم کی۔

(وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ)[1](اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام نام سکھا دیے، پھر ان سب کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا، پھر فرمایا: اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ۔) تو یہ اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ پر سب سے بہترین دلیل ہے۔

تیسرا طریقہ: اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ کو پہچاننے کا تیسرا طریقہ پرچم ہے (اللہ کے لیے بیعت) یا یہ کہ بادشاہت صرف اللہ ہی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ اپنے پہلے خلیفہ آدم (ع) سے طلب کیا تھا۔

(فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ)[2](پس جب میں اسے درست کر دوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدے میں گر پڑو۔)

یعنی تم اس کی اطاعت کرو اور اس کے حکم کی تعمیل کرو کیونکہ وہ میرا خلیفہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ)[3](کہہ دیجیے، اے اللہ! اے بادشاہی کے مالک، تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے۔)

---

[1] - سورۂ بقرہ، آیت 31۔

[2] - سورۂ حجر، آیت 29۔

[3] - سورۂ آلِ عمران، آیت 26۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ)[1] (بدلے کے دن کا مالک۔)

اور حج کی تلبیہ میں کہا جاتا ہے: (الْمُلْكُ لَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ) (بادشاہی تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔)

پس وہ اس حقیقت کے معاملے میں کسی کی خاطر مداہنت نہیں کرتے، چاہے اسی کو اٹھانے کی وجہ سے ان پر الزام ہی کیوں نہ لگایا جائے۔ چنانچہ قدیم زمانے میں عیسیٰ (ع) کے بارے میں کہا گیا کہ وہ بنی اسرائیل کی اس بادشاہت کے خواہاں ہیں جسے عمل نہ کرنے والے علماء نے رومیوں سے مداہنت کے ذریعے ضائع کر دیا تھا، اور محمد (ص) کی دعوت کے بارے میں کہا گیا کہ (نہ کوئی جنت ہے، اور نہ کوئی جہنم بلکہ یہ تو بادشاہت کا معاملہ ہے)[2]، یعنی محمد (ص) اپنی، اور اپنی اولاد کی بادشاہت کے طالب ہیں، اور علی (ع) کے بارے میں کہا گیا کہ (وہ بادشاہت کے حریص ہیں)، حالانکہ لوگ انہیں یہ کہتے ہوئے سنتے تھے کہ (**علی کو اس بادشاہت سے کیا سروکار جو باقی ہی نہیں رہتی**)، اور وہ ان کے زہد، اور دنیا و اس کی آرائش سے بے رغبتی کو بھی دیکھتے تھے، اور یہی حال عیسیٰ (ع) کا بھی تھا جو مخفی نہیں، اور یہی حال محمد (ص) کا بھی تھا۔

اور انبیاء اور اوصیاء لوگوں کے الزامات کی کوئی پروا نہیں کرتے، برخلاف عمل نہ کرنے والے علماء کے جو خالق کی ناراضی مول لے کر لوگوں کی رضا کے طلبگار ہوتے ہیں؛ اسی لیے لوگ عمل نہ کرنے والے علماء کی پیروی کرتے ہیں، اور انبیاء و اوصیاء سے دشمنی کرتے ہیں جو اللہ کی زمین میں اس کی حاکمیت کا مطالبہ کرتے ہیں، خواہ وہ تشریع کی سطح پر ہو یا نفاذ کی سطح پر، یعنی دستور اور حاکم دونوں میں؛ پس ضروری ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے دستور الٰہی ہو، اور حاکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو، اور یہ بات اکثر لوگوں کو پسند نہیں آتی کیونکہ وہ خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتے ہیں، اور آخرت کی سلامتی کے بدلے دنیا کی عافیت چاہتے ہیں۔

اور علیم و خبیر نے ہمیں اکثریت کے حال سے پوری وضاحت کے ساتھ آگاہ فرمایا ہے:

(وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّه)[3] (اور اگر تم زمین میں رہنے والوں کی اکثریت کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔)

---

[1] - سورۂ فاتحہ، آیت 4۔

[2] - ابو سفیان کہتا ہے: اے بنی امیہ! اس (حکومت) کو گیند کی طرح ایک دوسرے سے چھین لو، اس ذات کی قسم جس کی ابو سفیان قسم کھاتا ہے، نہ کوئی عذاب ہے نہ حساب، نہ کوئی جنت ہے نہ دوزخ، نہ دوبارہ اٹھایا جانا ہے اور نہ ہی قیامت۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج 9، ص 53۔

[3] - سورۂ انعام، آیت 116۔

(وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يُؤْمِنُونَ)[1] (لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔)

(وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ)[2] (اور اکثر لوگ، چاہے تم کتنی ہی کوشش کر لو، ایمان لانے والے نہیں ہیں۔)

(وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ)[3] (اور یقیناً ان سے پہلے بھی اکثر پہلے لوگ گمراہ ہو چکے تھے۔)

(مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لا يَعْلَمُونَ)[4] (ہم نے ان دونوں کو حق کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔)

(قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لا يَعْلَمُونَ)[5] (کہہ دیجیے: سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔)

(قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لا يَعْقِلُونَ)[6] (کہہ دیجیے: سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، بلکہ ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔)

(وَقَالُوا إِنْ نَتَّبِعِ الْهُدَى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَماً آمِناً يُجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقاً مِنْ لَدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لا يَعْلَمُونَ)[7] (اور انہوں نے کہا: اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہمیں اپنی زمین سے اچک لیا جائے گا، کیا ہم نے انہیں ایک امن والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل ہماری طرف سے رزق کے طور پر کھینچے چلے آتے ہیں، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔)

اور لوگوں کو اللہ کی زمین میں اس کے خلیفہ کو پہچاننے کے لیے ان تین طریقوں کے علاوہ کسی اور چیز کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ تینوں طریقے صرف اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ ہی میں جمع ہوتے ہیں، لیکن لوگ اسی طرح تقسیم ہو گئے جیسے پہلی جماعت تقسیم ہوئی تھیں جسے اللہ نے آزمایا تھا، پس فرشتے ایمان لائے، اور انہوں

---

[1] - سورۂ ہود، آیت 17۔

[2] - سورۂ یوسف، آیت 103۔

[3] - سورۂ صافات، آیت 71۔

[4] - سورۂ دخان، آیت 39۔

[5] - سورۂ لقمان، آیت 25۔

[6] - سورۂ عنکبوت، آیت 63۔

[7] - سورۂ قصص، آیت 57۔

نے سجدہ کیا، اور ابلیس نے کفر، تکبر کیا ،اور وہ اس بات پر راضی نہ ہوا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ ہو، یعنی اللہ کی زمین پر اس کا خلیفہ، اور یہ تینوں طریقے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی زمین میں اس کے خلیفہ کی نشاندہی کے لیے ایک کامل حجت ہیں۔

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنی وسیع رحمت کے باعث انبیاء ،اور اوصیاء کی بہت سی نشانیوں کے ذریعے تائید فرمائی، جن میں معجزات، مومنوں کے دیکھے ہوئے خواب ،اور دیگر امور شامل ہیں جن کی تفصیل یا بحث یہاں مقصود نہیں، لہٰذا امام مہدی (ع) کے انصار بھائیوں کی تحریروں کی طرف رجوع کیا جائے، اللہ انہیں محفوظ رکھے، اور دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کی توفیق عطا فرمائے۔

لیکن میں یہاں معجزات کے صرف ایک پہلو پر گفتگو کروں گا، جس کے ذریعے انبیاء کی تائید کی گئی، اس کی اہمیت اور لوگوں کی اس سے غفلت کی وجہ سے، اور وہ یہ ہے: معجزے میں التباس کا مسئلہ ،اور اس کا مقصد۔

لوگ جانتے ہیں کہ موسیٰ (ع) کے معجزات میں عصا ہے جو اژدہا بن گیا، اور یہ اس زمانے میں تھا جب جادو عام تھا، اور عیسیٰ (ع) کے معجزات میں مریضوں کو شفا دینا ہے، اس زمانے میں جب طب پھیلی ہوئی تھی، اور محمد (ص) کے معجزات میں قرآن ہے، اس زمانے میں جب بلاغت عام تھی، یہاں وہ لوگ جو حقیقت سے ناواقف ہیں یہ علت بیان کرتے ہیں کہ معجزہ اس زمانے میں رائج چیز سے مشابہ اس لیے ہوتا ہے تاکہ جادوگروں، طبیبوں اور فصیح لوگوں پر برتری ظاہر ہو ،اور اعجاز ثابت ہو، لیکن وہ حقیقت جو لوگوں سے پوشیدہ ہے حالانکہ قرآن میں مذکور ہے، یہ ہے کہ مادی معجزہ اسی طرح اس لیے آیا تاکہ ان لوگوں پر التباس ہو جائے جو مادے کے سوا کچھ نہیں جانتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر راضی نہیں کہ ایمان مادی ہو، بلکہ لازماً ایمان غیب پر ہونا چاہیے: (الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ)[1] (جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔)

(إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ)[2] (آپ تو صرف اسی شخص کو خبردار کرتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمٰن سے غیب میں ڈرے، پس اسے مغفرت اور باعزت اجر کی خوش خبری دے دیجیے۔)

---

[1] - سورۂ بقرہ، آیت 3۔

[2] - سورۂ یٰس، آیت 11۔

(مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ)[1](جو رحمٰن سے غیب میں ڈرا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔)

(لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ)[2](یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف قائم کریں، اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت قوت ہے، اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں، اور تاکہ اللہ جان لے کہ کون غیب میں رہتے ہوئے اس کی، اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے، بے شک اللہ بڑی قوت والا، غالب ہے۔)

پس غیب پر ایمان ہی مطلوب ہے، اور یہی وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، اور جو معجزہ اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے اس میں لازماً غیب پر ایمان کے لیے کچھ گنجائش باقی رہنی چاہیے، اسی لیے اس میں کچھ نا کچھ التباس ہوتا ہے؛ اور اسی وجہ سے وہ اکثر اوقات اس چیز سے مشابہ ہوتا ہے جو اس کے بھیجے جانے کے زمانے میں رائج ہوا کرتی ہے: (وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكاً لَجَعَلْنَاهُ رَجُلاً وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ)[3](اور اگر ہم اسے فرشتہ بنا دیتے تو بھی ہم اسے آدمی ہی بناتے، اور ہم ان پر وہی التباس ڈال دیتے جس میں وہ پڑے ہوئے ہیں۔)

اسی وجہ سے مادہ پرست لوگوں نے، جو مادے کے سوا کچھ نہیں جانتے، اس تشابہ کو اپنی لغزش کے لیے عذر بنا لیتے ہیں۔

(فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَى أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ)[4](پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو انہوں نے کہا: اسے وہی کیوں نہ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا؟ کیا اس سے پہلے وہ اس کا انکار نہیں کر چکے تھے جو موسیٰ کو دیا گیا تھا؟ انہوں نے کہا: یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، اور کہا: ہم ان سب کے منکر ہیں۔)

---

[1] - سورۂ ق، آیت 33۔

[2] - سورۂ حدید، آیت 25۔

[3] - سورۂ انعام، آیت 9۔

[4] - سورۂ قصص، آیت 48۔

پس یہ تشابہ ان کے لیے ایک بہانہ بن گیا کہ وہ کہیں: (سِحْرَانِ تَظَاهَرَا) (یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں)، اور (إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ) (یہ کہ ہم سب کے منکر ہیں)، اور امیر المؤمنین علی (ع) نے ایک منافق کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: (جَعَلَ الشُّبُهَاتِ عَاذِرًا لِسَقَطَاتِهِ)[1] (اس نے اپنی لغزشوں کے لیے شبہات کو عذر بنالیا۔)

لیکن اگر معجزہ بالکل قاہری و جبری طور پر ہو، اور اس میں کسی قسم کا تشابہ باقی نہ رہے، تو پھر غیب پر ایمان کے لیے کوئی گنجائش باقی ہی نہیں رہتی، اور اس صورت میں معاملہ ایمان پر جبر اور اس پر قہر بن جاتا ہے، اور یہ نہ ایمان ہوتا ہے، اور نہ ہی اسلام بلکہ محض سر تسلیم خم کرنا ہوتا ہے، اور یہ نہ پسندیدہ ہے، اور نہ اللہ اسے چاہتا ہے، اور نہ قبول کرتا ہے: (وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرائيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْياً وَعَدْواً حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرائيلَ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ)[2] (اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار گزار دیا، پھر فرعون اور اس کے لشکر ظلم اور سرکشی کے ساتھ ان کے پیچھے لگ گئے، یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے آ لیا تو اس نے کہا: میں ایمان لایا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔)

پس فرعون ایمان لاتا ہے، اور اسلام قبول کرتا ہے، یا یوں کہیے کہ مرنے سے پہلے محض سر تسلیم خم کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نہ اس ایمان سے راضی ہوتا ہے، اور نہ اس اسلام کو قبول کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے یہ جواب دیتا ہے: (آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ)[3] (کیا اب، حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا، اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔)

یہ اس لیے ہے کہ یہ ایمان ایک ایسے قاہر معجزے کے نتیجے میں آیا جس میں ان لوگوں کے لیے، جو صرف اسی مادی دنیا کو جانتے ہیں، نا تاویل کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے، اور نہ ایمان لانے والوں پر شبہ ڈالنے کی کوئی راہ، اور

---

[1] - امیر المؤمنین (ع) نے عمار بن یاسر سے ـــ جب انہوں نے انہیں مغیرہ بن شعبہ سے گفتگو کرتے سنا ـــ فرمایا: (دَعْهُ يَا عَمَّارُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَأْخُذْ مِنَ الدِّينِ إِلَّا مَا قَارَبَهُ مِنَ الدُّنْيَا، وَعَلَى عَمْدٍ لَبَسَ عَلَى نَفْسِهِ لِيَجْعَلَ الشُّبُهَاتِ عَاذِرًا لِسَقَطَاتِهِ) (اے عمار! اسے چھوڑ دو، اس نے دین میں سے اتنا ہی لیا ہے جو دنیا کے قریب ہو، اور اس نے جان بوجھ کر اپنے آپ پر خلط ملط کیا ہے تاکہ شبہات کو اپنی لغزشوں کے لیے عذر بنا لے۔) نہج البلاغہ بشرح محمد عبدہ، جلد 4، صفحہ 95۔

[2] - سورۂ یونس، آیت 90۔

[3] - سورۂ یونس، آیت 91۔

اس طرح غیب کے لیے کوئی میدان باقی نہیں رہتا جس پر، اور جس کے ذریعے اللہ ایمان چاہتا ہے، پس اس حد پر ایمان قبول نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ جبر، اور قہر کے نتیجے میں ہوتا ہے، ایمان نہیں ہوتا: (هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلائِكَةُ أَوْيَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْيَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لا يَنْفَعُ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْراً قُلِ انْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ)[1] (کیا وہ اس کے سوا کسی چیز کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں، یا تمہارا رب آ جائے، یا تمہارے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں؟ جس دن تمہارے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں گی، اس دن کسی جان کو اس کا ایمان فائدہ نہیں دے گا اگر وہ اس سے پہلے ایمان نہ لائی ہو یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی ہو، کہہ دیجیے انتظار کرو، ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔) (قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلا هُمْ يُنْظَرُونَ)[2] (کہہ دیجیے فتح کے دن کافروں کو ان کا ایمان فائدہ نہ دے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔)

اور اگر اللہ لوگوں کو ایمان پر مجبور کرنا اور قہر کے ذریعے انہیں مومن بنانا چاہتا تو وہ اپنے انبیا کے ساتھ ایسے قاہر معجزات بھیجتا جن کے ہوتے ہوئے کسی کے لیے یہ کہنے کی کوئی گنجائش نہ رہتی کہ (سِحْرَانِ تَظَاهَرَا) (یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں)، یا (أَضْغَاثُ أَحْلامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ)[3] (یہ کہ یہ پراگندہ خواب ہیں، بلکہ اس نے خود گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے، پس وہ ہمارے پاس بھی کوئی نشانی لے آئے جیسے پہلے لوگوں کے پاس بھیجی گئی تھی۔) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعاً أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ)[4] (اور اگر تمہارا رب چاہتا تو زمین میں جو بھی ہیں سب کے سب ایمان لے آتے، تو کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں؟) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقاً فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّماً فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى فَلا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ)[5] (اور اگر ان کا اعراض تم پر گراں گزرتا ہے تو اگر تم

---

[1] - سورۂ انعام، آیت 158۔
[2] - سورۂ سجدہ، آیت 29۔
[3] - سورۂ انبیاء، آیت 5۔
[4] - سورۂ یونس، آیت 99۔
[5] - سورۂ انعام، آیت 35۔

سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ لو یا آسمان میں سیڑھی لگالو تاکہ تم ان کے پاس کوئی نشانی لے آؤ، اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر جمع کر دیتا، پس تم ہر گز جاہلوں میں سے نہ ہونا۔)

پس تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے غیب پر ایمان کو پسند فرمایا، اور ایمان کو غیب کے ذریعے ،اور غیب ہی کے راستے قرار دیا، اور مادے پر ایمان کو پسند نہ فرمایا، اور نہ ہی ایمان کو مادے کے ذریعے، اور مادے ہی کے راستے قائم کیا، تاکہ زندہ دلوں، اور گہری بصیرت رکھنے والوں کو اندھی بصیرت والوں، اور مہر لگے ہوئے دلوں والوں سے ممتاز کر دیا جائے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ اس موضوع میں بحث کے لیے بہت کچھ باقی ہے، لیکن میں اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں، اور بابِ گفتگو کھولتا ہوں، باقی مومنین کے لیے چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ اس میں وسعت پیدا کریں، اور میں اصل موضوع کی طرف لوٹتا ہوں، اور کہتا ہوں کہ جو کچھ بیان ہو چکا اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ کی زمین میں، اس کے خلیفے کے ساتھ اور اس کے حکم سے کیا جانے والا جہاد ہی حق ہے، اور اس کے سوا سب کچھ باطل کی سجاوٹ ہے۔

ابان بن تغلب سے روایت ہے، وہ کہتا ہے: جب ابو عبد اللہ (ع) ان لوگوں کا ذکر کرتے جو سرحدوں پر قتل کیے جاتے ہیں تو فرماتے تھے: (وَيْلَهُمْ مَا يَصْنَعُونَ بِهَذَا يَتَعَجَّلُونَ قِتْلَةً فِي الدُّنْيَا وَقِتْلَةً فِي الْآخِرَةِ، وَاللَّهِ مَا الشُّهَدَاءُ إِلَّا شِيعَتُنَا وَإِنْ مَاتُوا عَلَى فِرَاشِهِمْ)[1] (ان پر افسوس، وہ کیا کر رہے ہیں، اس کے ذریعے وہ دنیا میں بھی قتل کو، اور آخرت میں بھی قتل کو جلدی لے آتے ہیں، اللہ کی قسم! شہداء تو صرف ہمارے شیعہ ہی ہیں، اگرچہ وہ اپنے بستروں پر ہی مر جائیں۔)

***

[1] - المحاسن: جلد 1، صفحہ 164۔

مادی تہذیبی ترقی، اور روحانی تکامل

انسان کو اس لیے پیدا کیا گیا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانے:

(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ)[1] (اور میں نے جنات اور انسانوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں)، یعنی تا کہ وہ مجھے پہچانیں۔

پس ہم عبادت اس لیے کرتے ہیں تا کہ پہچان حاصل کریں، اور ایسی عبادت میں کوئی خیر نہیں جو اپنے کرنے والے کو اللہ کے قریب نہ کرے، اور نتیجتاً اللہ تعالیٰ کی معرفت میں اضافہ نہ کرے، یعنی انسان کو روحانی کمال کے لیے اور اس کمال کے ان بلند ترین درجات تک پہنچنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے جو انسان کے لیے ممکن ہیں۔

لہٰذا اصل اہمیت وہ روح کی ہے، نا کہ اس جسم کی جو اس مادی اور جسمانی دنیا سے وابستہ ہے، اور انسان اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بنتا ہے، یعنی جب وہ روحانی طور پر کامل ہو جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس کی صفات کا مظہر بن جائے، تو وہ حقیقی معنوں میں اس کا خلیفہ ہوتا ہے۔

اور بعض لوگ انسان کو صرف جسموں، اور مٹی کے اعتبار سے اللہ کا خلیفہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ رسولِ خدا (ص) سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام کی تخلیق کے بعد ان کی طرف توجہ نہیں فرمائی، اور یہ جاہل لوگ انسان کا مطلوب ہدف بلکہ اس کی تخلیق کا مقصد ہی مادی، اور جسمانی ترقی کو قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ قرآن نے ہمارے سامنے مادی جسمانی ترقی، اور روحانی تکامل کے درمیان تعلق کو اس طرح واضح کیا ہے: (كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى* أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَى)[2] (ہرگز نہیں، یقیناً انسان سرکشی کرتا ہے، اس وجہ سے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے)، یعنی مادی خوشحالی، اور مادی ترقی انسان کی سرکشی، اور اس کے روحانی زوال کا سبب بنتی ہے، اور یہی حقیقت آج اس زمین پر انسانی زندگی میں دیکھی جا رہی ہے، کیونکہ زمین نے اس طرح کا فساد، افساد، ظلم، اور طغیان پہلے کبھی نہیں دیکھا جیسا آج دیکھ رہی ہے۔

---

[1] - سورۂ ذاریات، آیت 56۔

[2] - سورۂ علق، آیات 6–7۔

اور شاید بعض لوگ جو اس مادی دنیا سے مانوس ہو چکے ہیں اس مرحلے تک پہنچ گئے ہوں کہ وہ کمال کو مادی ترقی ہی میں دیکھتے ہیں، حالانکہ اگر وہ توجہ کریں تو پائیں گے کہ یہ مادی ،اور جسمانی دنیا زوال کی طرف گامزن ہے، بلکہ مسلسل زوال میں ہے، ہر روز کچھ لوگ مر جاتے ہیں ،اور کچھ دوسرے زندہ ہوتے ہیں، بلکہ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب سب مر جائیں گے، اور ان کی جگہ کوئی زندہ نہیں ہوگا: (كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ)[1] (جو کچھ اس پر ہے سب فنا ہونے والا ہے۔)

آج کی بڑی مادی ترقی اسی زوال کے قریب ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے:

(إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلاً أَوْ نَهَاراً فَجَعَلْنَاهَا حَصِيداً كَأَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ)[2] (دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا، پھر اس سے زمین کی نباتات گھنی ہو گئیں جن سے انسان اور جانور کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی رونق، اور زیب وزینت اختیار کر لی، اور اس کے رہنے والوں نے گمان کر لیا کہ وہ اس پر پورا اختیار رکھتے ہیں تو رات یا دن ہمارے حکم نے اسے آ لیا، پس ہم نے اسے یوں کاٹ کر رکھ دیا گویا وہ کل موجود ہی نہ تھی، اسی طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔)

لیکن روحیں باقی رہنے والی ہیں ،اور ان کا انجام جنت یا جہنم میں ہمیشہ کی زندگی ہے، نعمت میں یا عذاب میں۔ لہٰذا انسان کو اس بات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ وہ اس مادی اور جسمانی دنیا میں امتحان دینے کے لیے آیا ہے، نہ کہ یہاں باقی رہنے یا ہمیشہ رہنے کے لیے، بلکہ یہ پوری مادی، اور جسمانی دنیا زوال، اور فنا کی طرف جانے والی ہے۔

ہاں، اللہ تعالیٰ مومنین کو مادی، اور جسمانی ترقی حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ کافروں سے بے نیاز ہو جائیں، قوت، تحفظ، اور عزت حاصل کریں، اور دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں۔

---

[1] - سورۂ رحمٰن، آیت 26۔

[2] - سورۂ یونس، آیت 24۔

(وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَ أَنْتُمْ لا تُظْلَمُونَ)[1] (اوران کے مقابلے کے لیے جو طاقت تم سے بن پڑے تیار رکھو، اور بندھے ہوئے گھوڑے بھی، تاکہ اس کے ذریعے تم اللہ کے دشمن، اور اپنے دشمن کو، اور ان کے سوادوسرے لوگوں کو خوف زدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتاہے، اور جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہیں پوراپورا واپس دیا جائے گا، اور تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔)

لیکن یہ مادی ترقی لازماًایک حقیقی ایمان سے جنم لینے والی اور مومنین کےمسلسل روحانی تکامل کے سفر کے ساتھ ہم قدم ہونی چاہیے، تاکہ وہ انہیں اللہ کے ذکر اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت سے روکنے والی نہ بن جائے، بلکہ اگرایسا ہو تو اس کے ساتھ عظیم الٰہی توفیق بھی شاملِ حال ہوتی ہے۔

(وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ)[2] (اوراگر بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے ،اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان، اور زمین سے برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے اعمال کے سبب پکڑ لیا۔)

اللہ تعالیٰ جب ان لوگوں کو جن سے وہ ایمان، اور تقویٰ کی امید رکھتا ہے، پھلوں، اور برکتوں میں کمی کا مزہ چکھاتاہے تو درحقیقت اس کے ذریعے ان پر رحم فرماتاہے، کیونکہ یہ چیزانہیں ایمان اور تقویٰ کی طرف متوجہ کرتی ہے، اس لیے کہ کمزوری، اور فقر اللہ کی طرف رجوع کرنے کے داعی ہوتے ہیں۔

حدیثِ قدسی میں آیا ہے: (يَا ابْنَ عِمْرَانَ إِذَا رَأَيْتَ الْغِنَى مُقْبِلًا فَقُلْ ذَنْبٌ عُجِّلَتْ عُقُوبَتُهُ، وَإِذَا رَأَيْتَ الْفَقْرَ مُقْبِلًا فَقُلْ مَرْحَبًا بِشِعَارِ الصَّالِحِينَ)[3] (اے ابنِ عمران! جب تم دیکھو کہ مالداری تمہاری طرف آرہی ہے تو کہو: یہ وہ گناہ ہے جس کی سزا جلد دے دی گئی، اور جب تم دیکھو کہ فقر تمہاری طرف آرہاہے تو کہو: صالحین کے شعار کو خوش آمدید۔)

---

1 - سورۂ انفال، آیت 60۔

2 - سورۂ اعراف، آیت 96۔

3 - دیکھیے: الکافی، جلد 2، صفحہ 263۔

لیکن اگر زمین کے رہنے والے ایمان لے آئیں اور اللہ سے تقویٰ اختیار کریں تو اللہ ان کو عذاب دئے کر کیا کرے گا، اور ان کے پھلوں، اور ان کی زمین واعمال کی برکت میں کمی کرنے میں اس کے لیے کیا فائدہ ہے، بلکہ اس نے تو ان سے وعدہ فرمایا ہے:

(لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)[1](اگر بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے، اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے۔)

پس انسان کی کوشش، اور حرکت کا اصل رخ روحانی تکامل اور حقیقی ایمان کی طرف ہونا چاہیے۔

رہی مادی اور جسمانی ترقی، تو انسان اسے بھی روحانی تکامل کے زاویے سے حاصل کرے، یعنی مادی ترقی کی کوشش اللہ کی اطاعت، اور اس زمین پر اللہ کی مرضی کے تحقق کے لیے ہو، جس میں توحید، رحمت، اور عدل کا پھیلاؤ شامل ہو۔

رہا کافروں کی مادی ترقی تو مومنین کو یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ یہ ان کے لیے کوئی الٰہی توفیق یا بھلائی ہے، بلکہ یہ ان کے لیے شر ہے، کیونکہ یہی چیز انہیں سرکشی میں آگے بڑھنے، اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مقابلے میں تکبر پر آمادہ کرتی ہے: (وَلا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْماً وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ)[2](اور کافر ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں مہلت دے رہے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے، ہم تو انہیں صرف اس لیے مہلت دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں، اور ان کے لیے ذلت دینے والا عذاب ہے۔)

تو دنیا، اور اس کی زیب وزینت ان کے لیے مدہوشی کا سبب بن جاتی ہے، اور انہیں اللہ سے دور کر دیتی ہے:

(لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ)[3](تمہاری عمر کی قسم، بے شک وہ اپنی مدہوشی میں بھٹک رہے ہیں۔)

پس اس سے بڑا کیا خسارہ ہو سکتا ہے کہ انسان اللہ کا دشمن بن جائے، اور دنیا، اور اس کی زیب وزینت سے زیادہ حقیر اور بے وقعت نفع کیا ہو سکتا ہے؟: (وَلَوْلا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفاً مِنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ)[4](اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی امت بن جائیں

---

[1] - سورۂ اعراف، آیت 96۔

[2] - سورۂ آلِ عمران، آیت 118۔

[3] - سورۂ حجر، آیت 72۔

[4] - سورۂ زخرف، آیت 33۔

تو ہم رحمٰن کا انکار کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنادیتے اور ان کے لیے سیڑھیاں بنادیتے جن پر وہ چڑھتے۔)

***

مادی اور اخلاقی تہذیب، اور جہاد

حقیقت یہ ہے کہ زیادہ تر لوگوں کے ہاں انسان کی مادی ترقی ،اور اخلاقی ترقی کے درمیان بڑا خلط پایا جاتا ہے، تو لوگ ہر اس شخص یا قوم کو جو مادی طور پر ترقی یافتہ ہو اخلاقی طور پر بھی ترقی یافتہ سمجھ لیتے ہیں، اور اس طرح مادی تہذیب اور اخلاقی تہذیب کو آپس میں ملا کر ہر امت کے لیے ایک ہی چیز بنادیتے ہیں۔

اور یہ ایک باطل معیار، اور باطل قیاس ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو انبیاء، اور اوصیاء، اور ان کے پیروکار، جن کے ہاتھ اس دنیا کی زینت، اس کی مادی تہذیب ،اور اس کی فنا ہونے والی سلطنت کے تھوڑے یا زیادہ مال سے خالی تھے، اخلاقی اعتبار سے سب سے پست ہوتے، حالانکہ وہ اس سے پاک، اور برتر ہیں، اور فرعون، نمرود، اور ان جیسے لوگ جنھوں نے اہرام، برج، محلات، اور آباد شہر تعمیر کیے، اعلیٰ اخلاق، اور روشن وترقی یافتہ فکر کے حامل قرار پاتے، اور یہ بات ان کے لیے کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ تو اسی طرح سب سے پہلا الزام اسی پر آتا جو مادی تہذیبوں کو سزاؤں، اور عبرتناک عذابوں کے ذریعے ڈھانے، اور تباہ کرنے والا ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس شرک سے پاک، اور بلند ہے جو وہ کرتے ہیں۔

بلکہ اللہ کی قسم، انہوں نے اپنے انجام کو نہ پہچانا، اور نہ ہی ان لوگوں کے انجام سے عبرت حاصل کی جو ان سے پہلے گزر چکے تھے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ اخلاقی تہذیبی ترقی انبیاء کا منصوبہ ہے، اور یہی وہ پیغام ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے تھے، اور انسانیت کے پاس جو بھی اعلیٰ اخلاق موجود ہیں وہ سب انہی الٰہی اخلاق کے قطرے اور تراوشات ہیں جو انبیاء، اور اوصیاء، اور انبیاء و مرسلین کے سردار اور خاتم، محمد (ص) لے کر آئے تھے، یہاں تک کہ محمد (ص) نے اپنی بعثت کا مقصد ہی لوگوں کے لیے الٰہی اخلاق کی تکمیل قرار دیا، اور فرمایا: (إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ)[1] (میں تو اسی لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کروں۔)

---

[1] - مکارم الاخلاق، صفحہ 8۔

تو حقیقت یہی ہے کہ اعلیٰ اخلاق کی اصل، اور سر چشمہ انبیاء کی تعلیمات ہیں، اور اخلاق ہی اقوام کی حقیقی ترقی کا معیار ہیں، اور کسی بھی قسم کی مادی ترقی (مادی تہذیب) کی کوئی قدر نہیں چاہے وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، اگر اس کے ساتھ اخلاقی ترقی (اخلاقی تہذیب) نہ ہو، اور اس حقیقت کی وضاحت، اور سادگی کے باوجود اکثر لوگ اسے نہیں سمجھ پاتے۔

اور فاسد مقدمات سے بہت سے لوگوں کے ہاں جو الٹی نتیجہ خیزی سامنے آئی وہ یہ ہے کہ امریکہ کی لڑی جانے والی جنگیں ـــ جو مادی طور پر ترقی یافتہ ہے، اور اس بنا پر گویا اس کی اخلاقی ترقی پر کوئی بحث ہی نہیں ! ـــ حق قرار دی جاتی ہیں، اس دلیل کے ساتھ کہ وہ ظلم، اور طغیان کے خاتمے، جمہوریت کے قیام، عوام کی حاکمیت، اور آزادی کے لیے ہیں؛ لہٰذا جو کوئی امریکہ کے سامنے کھڑا ہو یا اس قانون کے خلاف ہو جسے امریکہ نے بنایا ہے، اور اسے زمین پر نافذ کرنا چاہتا ہے، وہ ظالم، اور طاغی سمجھا جاتا ہے، اور اس طرح تمام پیمانے الٹ دیئے گئے۔

پھر یہ کہ آج عالمی سطح پر موجود خلط نے بصیرت کے عدمِ وضوح اور افکار کی تشویش میں مدد دی ہے، یہاں تک کہ حق کے طالب سرخ گندھک سے بھی زیادہ نایاب ہو گئے ہیں۔

اور شاید اگر لوگ اپنے آپ سے یہ سوال کریں: قانون کون بناتا ہے، اور حاکم کون مقرر کرتا ہے، اللہ یا لوگ؟ تو ان پر حقیقت واضح ہو جائے گی، اور ان کے نزدیک امریکہ، اس کی جمہوریت، اور اس کی آزادی بھی اللہ کے سوا پوجے جانے والے بت کی مانند ہو جائے گی، بالکل اسی طرح جیسے وہ طاغوت جنہیں اس نے افغانستان، اور عراق میں ہٹایا، کیونکہ امریکہ مکمل طور پر ایک شیطانی مسخ ہے، بالکل اسی طرح جیسے صدام، اور ابنِ لادن (اللہ ان پر لعنت کرے) اور ان کے پیروکار شیطانی مسخ ہیں؛ اس لیے کہ یہ سب (امریکہ، صدام، ابنِ لادن، اور ان جیسے) نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں، نہ ہی وہ الٰہی قانون کو جانتے ہیں، اور نہ اسے قائم کرنا چاہتے ہیں، جیسا کہ بعض لوگ دین کے نام پر لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ وہ دین کی کوئی سمجھ نہیں رکھتے۔

تینوں آسمانی ادیان میں یہ بات واضح ہے کہ قانون اللہ ہی وضع کرتا ہے، اور حاکم اللہ ہی مقرر کرتا ہے، اور اس پر دلالت کرنے والی نصوص تورات، انجیل، اور قرآن میں بکثرت موجود ہیں، اور سادہ طور پر کہا جائے تو اس زمانے میں قانون قرآن، انجیل، اور تورات ہیں، اور حاکم مہدی، عیسیٰ، اور ایلیاہ ہیں۔

اور تمام آسمانی کتابیں ایک ہی ہیں جو ایک ہی کی طرف سے نازل ہوئیں، اور تمام انبیاء، اور ائمہ بھی ایک ہی ہیں جو ایک ہی کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔

میں کہتا ہوں: اگر لوگ اپنے آپ سے یہ سوال کریں، اور اس واضح جواب کو قبول کر لیں تو ان کی بات توحید پر جمع ہو جائے، وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں، اس کی زمین میں اس کے خلیفہ ، اور اس کے قانون کا اقرار کریں، اور تمام اہلِ زمین کے لیے حقیقی توحید صرف الٰہی قانون، اور الٰہی حاکم میں ہے، یہی دونوں اہلِ زمین کو حق، عدل، اور رحمت پر متحد کرتے ہیں۔

پس مومنین پر لازم ہے کہ الٰہی قانون، اور الٰہی حاکم، یعنی اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ کے قیام کے لیے جہاد کریں، تاکہ زمین عدل وانصاف، اعلیٰ اخلاق، اور اخلاقی تہذیب سے بھر جائے، جیسے آج وہ ظلم، اور فساد سے بھری ہوئی ہے۔

بلکہ حقیقت یہی ہے کہ شیطان- اللہ اس پر لعنت کرے- کے لشکر شیطان کی حاکمیت، اور شیطانی نظام کے قیام کے لیے لڑتے ہیں، تو پھر اللہ کے لشکر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، اور الٰہی اخلاق کے قیام کے لیے کیوں نہ لڑیں؟ جبکہ ان کی لڑائی اور جہاد دراصل انبیاء، اور مرسلین کی اخلاقی تہذیب کے دفاع کے لیے ہے، اس حملے کے مقابلے میں جو شیطان، اور اس کے لشکر، یعنی مادی تہذیب کے علم بردار، اخلاق الٰہی کو مٹانے کے لیے کرتے ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی غیر جانب داری نہیں؛ یا تو تم اللہ کی نصرت کرتے ہو، اور اس کی حاکمیت کا اقرار کرتے ہو، یا پھر شیطان کے ساتھ، اور اس کی حاکمیت کے لیے لڑتے ہو—اللہ اس پر لعنت کرے—اور خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے؛ پس جو اللہ کے ساتھ ہیں وہ تو اللہ کے ساتھ ہیں، اور جو شیطان کے ساتھ ہیں وہ تو شیطان کے ساتھ ہیں، اور وہ لوگ خود کو ٹیلے پر کھڑا کہتے ہیں وہ گونگے شیطان ہیں۔

***

جہاد کا مقصد

دینِ الٰہیِ حق میں، جہاد کا مقصد اور غرض، جسے انبیاء، اور اوصیاء نے انجام دیا، لوگوں کو حق کی طرف ہدایت دینا ،اور حق کی پیروی کرانا ہے، انبیاء کا مقصد کسی بھی حال میں لوگوں کو قتل کرنا نہیں ہوتا، چاہے وہ لوگ جیسے بھی ہوں اور جہاں سے بھی ہوں؛ کیونکہ انبیاء اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، اور اگر اللہ لوگوں کی ہلاکت، اور قتل ہی چاہتا تو انہیں پیدا ہی نہ کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں، اور جنت میں داخل ہوں۔

پس جہاد بذاتِ خود دینِ الٰہیِ حق کا نہ مقصد ہے، اور نہ ہی ہدف، بلکہ یہ لوگوں تک حق پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد کی اہم ترین شرط جس کے بغیر وہ درست ہی نہیں ہوتا لوگوں کو حق کی طرف دعوت دینا ہے، اس دعوت میں بھرپور کوشش کرنا، اور حق کو ان تک واضح، اور کامل طریقے کے ساتھ پہنچانا ہے۔

اسی لیے درست بات یہ ہے کہ جب تمہیں کوئی یہ کہے کہ یہ میری سرزمین ہے، تمہارے لیے کھلی ہے، آؤ اپنی دعوت پہنچاؤ، شمال، جنوب، مشرق، اور مغرب میں حرکت کرو، اور لوگوں کو دعوت دو، تو میں کہتا ہوں کہ اس حالت میں اس کے مقابل تلوار اٹھانا درست نہیں، بلکہ حق کی دعوت دینے کے لیے آگے بڑھنا چاہیے، اور تلوار کے بجائے قلم اٹھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)[1] (اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اسی کی طرف مائل ہو جاؤ، اور اللہ پر توکل کرو، بے شک وہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔)

اور رسول محمد (ص) نے کسریٰ، اور قیصر کو حق، اور اللہ کے دین کی دعوت دی ،اور ابتداء میں ان کے مقابل تلوار نہیں اٹھائی، بلکہ رومی ہی تھے جنہوں نے رسول محمد (ص) کے مقابل تلوار اٹھانے میں پہل کی ۔

اور ہمیں اس بات کی طرف توجہ دینی چاہیے کہ دین، اور عقیدہ تلوار کے ذریعے پھیل نہیں سکتا، جس طرح تلوار کے ذریعے کسی عقیدے کو ختم بھی نہیں کیا جا سکتا؛ اسی لیے تمام الٰہی ادیان، جن میں ان کا خاتم اسلام بھی

---

[1] - سورۂ انفال، آیت 61۔

شامل ہے، اللہ کی طرف دعوت کے لیے گفتگو، اور یاد دہانی کو ہی اپنا طریقہ قرار دیتے ہیں، بلکہ آسمانی کتابیں تورات، انجیل، اور قرآن کا وجود ہی اس بات کی بہترین دلیل ہے، کیونکہ یہ کتابیں حکمت، گفتگو، اور اللہ کی طرف دعوت سے لبریز ہیں، خون ٹپکاتی تلواریں نہیں۔

پس بطورِ مومن ہمیں یہ نتیجہ سمجھ لینا چاہیے کہ جہاد کا مقصد بند دروازوں کو کھولنا ہے تاکہ لوگوں تک حق پہنچایا جا سکے، اور انہیں ہدایت دی جائے، نا کہ لوگوں کو قتل کیا جائے۔ لہٰذا اگر ہم بغیر جنگ، اور خون بہائے لوگوں تک پہنچ سکتے ہیں، حق ان تک پہنچا سکتے ہیں، اور انہیں اللہ کے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کر سکتے ہیں تو ہمیں یہی راستہ اختیار کرنا چاہیے، کیونکہ اس میں کم از کم مومنین کی جانوں کا تحفظ تو ضرور ہے۔

اور ہر مومن مرد، اور مومنہ عورت پر لازم ہے کہ وہ حق، اور دینِ خدا کی دعوت کے لیے اپنے آپ کو تیار کرے، اور اپنی پوری کوشش کرے کہ سیکھے، سکھائے، اور حق و دینِ خدا کی طرف دعوت دے، اور اسی طرح اسے جہاد کے لیے بھی آمادہ رہنا چاہیے؛ کیونکہ مومن کو ایک ہاتھ میں قلم، اور دوسرے ہاتھ میں تلوار رکھنی چاہیے۔

اور میں تم سے حق بات کہتا ہوں کہ بہت سے لوگ حق کی تلاش میں ہیں، اور ان شاء اللہ بہت سے لوگ حق کی پیروی کریں گے، حتیٰ کہ مغرب میں، اور خود امریکہ میں بھی، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے ہاتھ بڑھائیں تاکہ انہیں شیطان کے ان گڑھوں سے نکالیں جن میں وہ پڑے ہوئے ہیں، کیونکہ دینِ الٰہی حق کے ماننے والے، لوگوں کی ہدایت کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور انہیں شیطان کے جالوں سے نجات دلانے کی کوشش کرتے ہیں، اور انہیں آگ سے بچا کر جنت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں، اور تم ہرگز انہیں ایسے نہیں پاؤ گے کہ وہ لوگوں کو قتل کرنا چاہتے ہوں یا خود جنگ کرنے کو اختیار کرتے ہوں، بلکہ جنگ کرنا ایک ایسی حالت ہے جس پر وہ مجبور ہو جاتے ہیں، اور اگر دین کے مفاد کو حاصل کرتے ہوئے، اور اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو پھیلاتے ہوئے اس سے بچاؤ ممکن ہو تو اس سے بچنے کی کوشش لازماً کی جانی چاہیے، جیسا کہ رسولِ اللہ (ص) نے حدیبیہ میں مشرکین کے ساتھ کیا، اور جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ (ع) نے مصر میں فرعون، اور اس کی قوم کے ساتھ کیا؛ اسی لیے جو چیز عالمی سطح پر "تہذیبوں کی اپس میں باہمی گفتگو" کے نام سے پیش کی جاتی ہے وہ ہمارے نزدیک قابلِ قبول ہے اگر وہ واقعی، اور حقیقتی طور پر اسے عملی طور پر کرنا چاہتے ہوں، لیکن ہمارے پاس اس کے نام کے لیے ایک اور انتخاب

ہے، اور وہ تہذیب کی تلاش ہے، تاکہ نتیجہ حقیقی الٰہی تہذیب تک پہنچنا ہو جو لوگوں کو متحد کرے، اور ان کی بات کو اللہ تعالیٰ کے خوف پر جمع کر دے۔

***

جہاد، اور تہذیب کی تلاش

میں نے یہ عنوان عالمی سطح پر پیش کیے جانے والے عنوان "تہذیبوں کی آپس میں باہمی گفتگو" کے مقابلے میں اختیار کیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ پہلے بیان ہو چکا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ نہ تو ایک سے زیادہ حقیقی تہذیبیں موجود نہیں کہ ان کے درمیان تصادم یا باہمی گفتگو ہو، بلکہ حقیقی تہذیب تو صرف ایک ہی ہے، اور وہ روحانی ،اور اخلاقی تہذیب ہے جو انبیاء،اور اوصیاء کی لائی ہوئی تعلیمات پر قائم ہے، اور وہ ایک ہی تہذیب ہے۔

(إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَ أَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ)[1] (بے شک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے، اور میں ہی تمہارا رب ہوں، پس میری ہی عبادت کرو۔)

اور یہ تہذیب کسی ایک قوم تک محدود نہیں، بلکہ یہ روحانی، اور اخلاقی تہذیب اس زمین پر مختلف مقامات پر مختلف درجوں میں موجود ہے، اور اسی جگہ ،اور انہی اقوام میں اس کا نقیض بھی موجود ہوتا ہے، جو اس کے بعض پہلوؤں کو اختیار کیے ہوئے ہوتے ہیں، اور ان پر عمل کرتے ہیں۔۔

لہٰذا اہلِ زمین کو روحانی، اور اخلاقی الٰہی تہذیب کی تلاش کی ضرورت ہے، چنانچہ آپس میں باہمی گفتگو اس بات کی تلاش کے لیے ہونا چاہیے کہ ہر فریق کے پاس اس روحانی، اور اخلاقی تہذیب میں سے کیا ہے، اور مد مقابل فریق کے پاس کیا ہے، نیز یہ کہ ہر فریق اس سے کس حد تک منحرف ہے، اور دوسرا فریق کس حد تک منحرف ہے:

(قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ وَ إِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَى هُدىً أَوْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ)[2] (کہہ دیجیے، تمہیں آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ کہہ دیجیے، اللہ، اور بے شک ہم یا تم یا تو ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں۔)

---

[1] - سورۂ انبیاء، آیت 92۔

[2] - سورۂ سبأ، آیت 24۔

اور اگر یہ جستجو موضوعی (معروضی) ،اور اندھے تعصب سے دور ہو تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ حقیقی الٰہی تہذیب تک رسائی حاصل ہو جائے گی،اور اس کے نتیجے میں صاحبِ حقِ الٰہی کی معرفت،اور اس کے حق کا اعتراف حاصل ہو جائے گا، تب اہلِ زمین اللہ کی حقیقی اطاعت،اور اس سیدھے راستے پر متحد ہو جائیں گے جو اللہ چاہتا ہے۔

اور جو شخص تہذیب کی تلاش میں ہو اسے سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ جس حقیقی تہذیب کی وہ تلاش کر رہا ہے وہ اخلاق اور روح سے منسوب ہے، یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ الٰہی دین،اور اخلاقی اقدار سے ہے، نہ کہ زمین یا قومیت سے اور شاید یہ بات پہلے بیان سے واضح ہو چکی ہے چنانچہ ہم اسلامی تہذیب، مسیحی تہذیب،اور یہودی تہذیب کہہ سکتے ہیں، لیکن عربی، امریکی یا رومی تہذیب نہیں کہہ سکتے۔

جس طرح حقیقی اسلامی تہذیب، حقیقی مسیحی تہذیب،اور حقیقی یہودی تہذیب وہی ہے کہ جو محمد (ص)، عیسیٰ (ع)، موسیٰ (ع) اور ان کے اوصیاء کی لائی ہوئی تعلیمات پر قائم ہے، نا کہ وہ جو مسلمانوں، عیسائیوں یا یہودیوں کے حکمرانوں نے نافذ کیں یا جو عمل نہ کرنے والے علماء نے بیان کیں،اور یہ سب ایک ہی ہیں، یعنی حقیقی الٰہی تہذیب، جسے طاغوتی حکمرانوں،اور عمل نہ کرنے والے علماء کے مفاد میں ضائع کر دیا گیا اور، اور پسِ پشت ڈال دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحاً وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيب)[1] (اس نے تمہارے لیے دین میں وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کی اس نے نوح کو وصیت کی تھی، اور جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی کی، اور جس کی ہم نے ابراہیم، موسیٰ، اور عیسیٰ کو وصیت کی تھی، کہ دین کو قائم رکھو، اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکوں پر وہ بات بہت گراں گزرتی ہے جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے، اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔)

اور اسی طرح جو کچھ پہلے بیان ہوا اس کی روشنی میں ایک لازمی نتیجہ بھی سامنے آتا ہے جسے ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، اور نہ ہی ہمیں ان طاغوتوں یا عمل نہ کرنے والے علماء کے معاملے میں چشم پوشی کرنی چاہیے، جو نہ کلمۂ طیبہ سننا چاہتے ہیں، نہ حقیقی الٰہی تہذیب کی معروضی تحقیق کرنا چاہتے ہیں، بلکہ وہ حقیقی الٰہی تہذیب کو مسخ

---

[1] - سورۂ شوریٰ، آیت 13۔

کرنا، اور اس زمین پر ایک شیطانی مسخ شدہ شکل کو پھیلانا چاہتے ہیں، لوگوں کو گمراہ کرنا، اور انہیں اس طرح موڑنا چاہتے ہیں کہ وہ ابلیس (اللہ اس پر لعنت کرے) کے پیروکار بن جائیں، جس نے اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ آدم (ع) کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ حتمی نتیجہ ٹکراؤ ہی ہوتا ہے، جس سے نا بچا جا سکتا ہے، اور نہ ہی اس سے فرار کی کوئی راہ نکل سکتی ہے، کیونکہ اس وقت زمین پر الٰہی تہذیب کو پھیلانے کا یہی واحد راستہ رہ جاتا ہے، اور یہی وہ طریقہ ہے جس پر اللہ کے انبیاء، اور اس کے رسولوں نے عمل کیا، جیسا کہ اس کتاب میں پیش کی گئی گفتگو سے واضح ہو چکا ہے۔

تو نتیجہ یہ ہے کہ مکالمہ (آپس میں باہمی گفتگو) تہذیبوں کے درمیان نہیں ہوتا، بلکہ بنی آدم کے درمیان ہوتا ہے تاکہ حقیقی الٰہی تہذیب کی تلاش کی جائے، اور اسی طرح تصادم بھی تہذیبوں کے درمیان نہیں ہوتا بلکہ حقیقی الٰہی تہذیب، اور اس کی نقیض کے درمیان ہوتا ہے، یا تم یوں کہہ لیجیے کہ نور اور ظلمت کے درمیان، جس طرح سے بعض اوقات ظلمتیں بھی آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا جاتی ہیں۔

لہٰذا ہر وہ شخص جو ظلمت سے ٹکراتا ہے لازماً نور نہیں ہوتا، بلکہ ممکن ہے وہ خود بھی ظلمت ہو، لیکن جو نور سے ٹکراتا ہے وہ یقیناً ظلمت ہوتا ہے؛ اسی لیے ضروری ہے کہ ہم نور کو تلاش کریں، اور اسے پہچانیں، اور اسی کے ذریعے سے ظلمتوں کو پہچانیں۔

***

نصیحت

جہاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے لیے، اللہ کی راہ میں، اور اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے ہونا چاہیے، پس اصل مقصود اللہ تعالیٰ ،اور اس کی رضا ہے، اور اسی طرح جو جماعت اللہ کی راہ میں، اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے جنگ کرتی ہے، اللہ اس کے ساتھ ،اور اس میں ہوتا ہے، اور ان کی جنگ اللہ کی جنگ ہوتی ہے، اور جو ان سے لڑتا ہے وہ درحقیقت اللہ سے لڑتا ہے۔

اور جو شخص زمین یا زبان (قومیت) کے لیے جنگ کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اپنے اجر کی تلاش کرے، کیونکہ اللہ اجر اسی کو دیتا ہے جو اسی کی راہ میں جنگ کرئے گا۔

اور ممکن ہے کہ کچھ وہ لوگ جو مادی اسباب کے خوگر ہو چکے ہیں یہ گمان کریں کہ ایسا جہادی منصوبہ خیالی یا مثالی ہے جو عالمی سطح پر قابلِ عمل نہیں، اور اگر اسے نافذ بھی کیا جائے تو مددگاروں کی کمی ،اور دشمن کی کثرت کی وجہ سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہو گا۔ لیکن جو شخص اللہ کو میزان بنائے، اور اسی سے حساب رکھے تو وہ اللہ، اور اس کی رضا کے سوا کچھ نہیں دیکھتا، اور وہ آج کی عالمی سطح پر موجود سیاسی، معاشی، اور فوجی مساوات کو کوئی وزن نہیں دیتا۔ یہی حال انبیاء کا تھا؛ نہ طالوت کا لشکر مادی اعتبار سے جالوت کے لشکر کا ہم پلہ تھا، اور نہ موسیٰ (ع) کے پاس فرعون کی عظیم فوجی طاقت کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ذریعہ تھا، اور اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔ یہ سب کچھ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو اللہ پر، اور اس کی قدرت پر حقیقی ایمان رکھتے ہیں، اور انبیاء، اور اوصیاء کے میدانوں میں مداہنت، اور خوشامد کی کوئی جگہ نہیں ہوتی، کیونکہ ان کا مقصد وہ مادی فتح نہیں ہوتی جس کا بہت سے لوگ گمان کرتے ہیں، بلکہ ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی نصرت کرنا ہوتا ہے۔

(فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ)[1] (پس جب عیسیٰ (ع) نے ان کی طرف سے کفر کو محسوس کیا تو کہا: اللہ کی طرف کون میرے مددگار ہیں؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، اور گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔)

[1] - سورۂ آلِ عمران، آیت 52۔

پس ہم انہیں اس طرح نہیں پاتے کہ انہوں نے مادی فتح حاصل کرنے کے لیے ظالموں یا منافقوں سے مداہنت کی ہو یا بعض کافروں کی خوشامد کی ہو، بلکہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ عبد اللہ بن عباس کی رائے یہ تھی کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب (ع) کی خلافت کو مادی مصلحت کے تحت اس طرح مستحکم کیا جائے کہ چند دنوں کے لیے معاویہ (اللہ اس پر لعنت کرے) سے مداہنت کر لی جائے، پھر اسے مدینہ منورہ بلا کر شام کی ولایت سے معزول کر دیا جائے، اور اس طرح امور علی (ع) کے لیے درست ہو جائیں،اور جو لوگ مادے ہی کو معیار بنا کر حساب لگاتے ہیں وہ شاید ابنِ عباس کی اس رائے کو حکمت پر مبنی سمجھیں، اور اسے اسلام کے لیے بڑی مصلحت قرار دیں۔ لیکن علی (ع) نے ایک لمحے کے لیے بھی معاویہ سے مداہنت نہیں کی ،اور فوراً اُس کی معزولی کا اعلان کر دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو اس کے ظلم پر ایک لمحے کے لیے بھی برقرار رکھنے پر راضی نہیں ہوتا۔ ممکن ہے علی (ع) نے اس مضبوط موقف کے باعث شام کھو دیا ہو، لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ ،اور اس کی رضا حاصل کر لی۔

اور اسی طرح حسین (ع) کا معاملہ ہے، اگر وہ اپنی عظیم الٰہی تحریک کو تین برس مؤخر کر دیتے، یعنی یزید بن معاویہ (اللہ اس پر لعنت کرے) کی موت تک انتظار کر لیتے، تو امور حسین (ع) کے لیے بظاہر درست ہو جاتے اور انہیں مادی فتح حاصل ہو جاتی، لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اختیار کیا ،اور ظالموں، اور فاسقوں سے مداہنت و موافقت نہیں کی۔

(فَلا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ * وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ)[1] (پس تم جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرو۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مداہنت کرو تو وہ بھی مداہنت کریں۔)

اور آج بھی معاملہ وہی ہے: تم ڈھلیلا پن کرو تو وہ بھی مداہنت کریں گے، تم امریکہ سے راضی ہو جاؤ تو امریکہ تم سے راضی ہو جائے گا، تم امریکہ کے منصوبے کی تعریف کرو تو امریکہ تمہاری تعریف کرے گا؛ اور اسی طرح تم اللہ سے راضی ہو جاؤ تو اللہ تم سے راضی ہو جائے گا، اور تم اللہ کے منصوبے کی تعریف کرو تو اللہ تمہاری تعریف کرے گا۔ پس تم خود انتخاب کرو کہ تم امریکی حلقوں ،اور اقوامِ متحدہ میں تعریف چاہتے ہو، اور ممکن ہے وہ تمہیں امن کا نوبل انعام بھی عطا کر دیں، یا تم اللہ تعالیٰ کے ہاں ملأِ اعلیٰ میں تعریف چاہتے ہو۔

***

---

[1] - سورۂ قلم، آیات 8–9۔

ضمیمہ (1)

یہ جہاد سے متعلق چالیس احادیث ہیں جنہیں میں روایت کرتا ہوں تاکہ وہ اس دن میرے لیے ذخیرہ بن جائیں جب میں ایک نہایت رحم کرنے والے رب کے حضور کھڑا ہوں، اور شاید یہ کسی عبرت حاصل کرنے والے کے لیے نصیحت اور کسی یاد دہانی قبول کرنے والے کے لیے یاد دہانی بن جائیں، تاکہ وہ لوگ بھی ان کی طرف متوجہ ہوں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ محمد (ص) کی پیروی کرتے ہیں ،اور انہوں نے اپنے، اور جہاد کے درمیان ایک رکاوٹ کھڑی کر رکھی ہے۔

1- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (حَمَلَةُ الْقُرْآنِ عُرَفَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قُوَّادُهَا، وَالرُّسُلُ سَادَةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ)[1]

(رسول اللہ (ص) نے فرمایا: قرآن اٹھانے والے جنت والوں کے عرفاء ہیں، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اس کے قائد ہیں، اور رسول جنت والوں کے سردار ہیں ۔)

2- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (دَعَا مُوسَى، وَآمَنَ هَارُونُ (عَلَيْهِمَا السَّلَامُ)، وَآمَنَتِ الْمَلَائِكَةُ، فَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: اسْتَقِيمَا فَقَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا. مَنْ غَزَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ اسْتُجِيبَ لَهُ، كَمَا اسْتُجِيبَ لَهُمَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)[2]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: موسیٰ نے دعا کی، اور ہارون (ع) نے آمین کہا، اور فرشتوں نے بھی آمین کہی، تو اللہ عزوجل نے فرمایا: تم دونوں ثابت قدم رہو، تمہاری دعا قبول کر لی گئی، اور جو کوئی اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرےئ اس کی دعا قبول کی جاتی ہے، جیسے ان دونوں کی دعا قیامت تک کے لیے قبول کی گئی۔)

3- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (إِنَّ أَبْخَلَ النَّاسِ مَنْ بَخِلَ بِالسَّلَامِ، وَأَجْوَدَ النَّاسِ مَنْ جَادَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى)[3]

1 - دعائم الاسلام، جلد 1، صفحہ 343؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 7۔
2 - الکافی، جلد 2، صفحہ 510؛ وسائل الشیعہ (طبعۃ آلِ بیت)، جلد 7، صفحہ 128۔
3 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 8؛ النوادر للراوندی، صفحہ 138۔

(اور آپ (ص) نے فرمایا: سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو سلام میں بخل کرے، اور سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان، اور مال خرچ کرے۔)

4- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (مَنْ خُتِمَ لَهُ بِجِهَادٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَوْ قَدْرَفُوَاقِ نَاقَةٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ) [1]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: جس کا خاتمہ اللہ کی راہ میں جہاد پر ہو، چاہے اونٹنی کے دودھ دوہنے کے وقفے کے برابر ہی کیوں نہ ہو، وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔)

5- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (إِنَّ فَوْقَ كُلِّ بِرٍّبِرًّا حَتَّى يُقْتَلَ الرَّجُلُ شَهِيدًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ) [2]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: ہر نیکی سے بڑھ کر ایک نیکی ہے، یہاں تک کہ آدمی اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے۔)

6- و قال صلى الله عليه وآله وسلم لرجل: (جَاهِدْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَإِنَّكَ إِنْ تُقْتَلْ كُنْتَ حَيًّا عِنْدَ اللَّهِ تُرْزَقُ، وَإِنْ مُتَّ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُكَ عَلَى اللَّهِ، وَإِنْ رَجَعْتَ خَرَجْتَ مِنَ الذُّنُوبِ إِلَى اللَّهِ) [3]

(اور آپ (ص) نے ایک شخص سے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرو، کیونکہ اگر تم قتل کر دیئے گئے تو تم اللہ کے ہاں زندہ ہو گے، اور رزق پاؤ گے، اور اگر (طبعی طورپر) مر گئے تو تمہارا اجر اللہ کے ذمہ ہو جائے گا، اور اگر واپس لوٹ آئے تو تم گناہوں سے پاک ہو کر اللہ کی طرف لوٹو گے۔)

7- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (إِنَّ الْغُزَاةَ إِذَا هَمُّوا بِالْغَزْوِ كَتَبَ اللَّهُ لَهُمْ بَرَاءَةً مِنَ النَّارِ، فَإِذَا تَجَهَّزُوا لِغَزْوِهِمْ بَاهَى اللَّهُ تَعَالَى بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ، فَإِذَا وَدَّعَهُمْ أَهْلُوهُمْ بَكَتْ عَلَيْهِمُ الْحِيطَانُ وَالْبُيُوتُ، وَيَخْرُجُونَ مِنْ ذُنُوبِهِمْ كَمَا تَخْرُجُ الْحَيَّةُ مِنْ سِلْخِهَا، وَيُوَكِّلُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ بِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أَرْبَعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ، يَحْفَظُونَهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، وَلَا يَعْمَلُونَ حَسَنَةً إِلَّا ضُوعِفَتْ لَهُ، وَيُكْتَبُ لَهُ كُلَّ يَوْمٍ عِبَادَةُ أَلْفِ رَجُلٍ يَعْبُدُونَ اللَّهَ أَلْفَ سَنَةٍ، كُلُّ سَنَةٍ ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُّونَ يَوْمًا، الْيَوْمُ مِثْلُ عُمُرِ الدُّنْيَا، وَإِذَا صَارُوا بِحَضْرَةِ عَدُوِّهِمِ انْقَطَعَ عِلْمُ أَهْلِ الدُّنْيَا عَنْ ثَوَابِ اللَّهِ إِيَّاهُمْ، وَإِذَا بَرَزُوا لِعَدُوِّهِمْ وَاشْرَعَتِ الْأَسِنَّةُ وَفُوِّقَتِ السِّهَامُ وَتَقَدَّمَ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ، حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا وَيَدْعُونَ اللَّهَ تَعَالَى لَهُمْ بِالنَّصْرِ وَالتَّثْبِيتِ، وَنَادَى مُنَادٍ: الْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ، فَتَكُونُ الطَّعْنَةُ وَالضَّرْبَةُ أَهْوَنَ عَلَى الشَّهِيدِ مِنْ شُرْبِ الْمَاءِ الْبَارِدِ فِي الْيَوْمِ الصَّائِفِ، وَإِذَا زَالَ الشَّهِيدُ مِنْ فَرَسِهِ بِطَعْنَةٍ أَوْ بِضَرْبَةٍ، لَمْ يَصِلْ إِلَى الْأَرْضِ حَتَّى يَبْعَثَ

1 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 8؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 7، صفحہ 103۔
2 - الکافی، جلد 2، صفحہ 348؛ دعائم الاسلام، جلد 1، صفحہ 343۔
3 - امالی الصدوق، صفحہ 547؛ وسائل الشیعہ (طبعۃ آل بیت)، جلد 15، صفحہ 20۔

اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ زَوْجَتَهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ فَتُبَشِّرَهُ بِمَا أَعَدَّ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ مِنَ الْكَرَامَةِ، فَإِذَا وَصَلَ إِلَى الْأَرْضِ تَقُولُ لَهُ: مَرْحَبًا بِالرُّوحِ الطَّيِّبَةِ الَّتِي خَرَجَتْ مِنَ الْبَدَنِ الطَّيِّبِ، أَبْشِرْ فَإِنَّ لَكَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ، وَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: أَنَا خَلِيفَتُهُ فِي أَهْلِهِ، وَمَنْ أَرْضَاهُمْ فَقَدْ أَرْضَانِي، وَمَنْ أَسْخَطَهُمْ فَقَدْ أَسْخَطَنِي، وَيَجْعَلُ اللَّهُ رُوحَهُ فِي حَوَاصِلِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ تَشَاءُ، تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا، وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ بِالْعَرْشِ، وَيُعْطَى الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَبْعِينَ غُرْفَةً مِنْ غُرَفِ الْفِرْدَوْسِ، سُلُوكُ كُلِّ غُرْفَةٍ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَالشَّامِ، يَمْلَأُ نُورُهَا مَا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ، فِي كُلِّ غُرْفَةٍ سَبْعُونَ بَابًا، عَلَى كُلِّ بَابٍ سُتُورٌ مُسْبَلَةٌ، فِي كُلِّ غُرْفَةٍ سَبْعُونَ خَيْمَةً، فِي كُلِّ خَيْمَةٍ سَبْعُونَ سَرِيرًا مِنْ ذَهَبٍ قَوَائِمُهَا الدُّرُّ وَالزَّبَرْجَدُ، مَرْصُوصَةٌ بِقُضْبَانِ الزُّمُرُّدِ، عَلَى كُلِّ سَرِيرٍ أَرْبَعُونَ فِرَاشًا، غِلَظُ كُلِّ فِرَاشٍ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا، عَلَى كُلِّ فِرَاشٍ سَبْعُونَ زَوْجًا مِنَ الْحُورِ الْعِينِ عُرُبًا أَتْرَابًا. فَقَالَ الشَّابُّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبِرْنِي عَنِ التَّرْبَةِ مَا هِيَ؟ قَالَ: هِيَ الزَّوْجَةُ الرَّضِيَّةُ الْمَرْضِيَّةُ الشَّهِيَّةُ، لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ وَصِيفٍ وَسَبْعُونَ أَلْفَ وَصِيفَةٍ، صُفْرُ الْحُلِيِّ، بِيضُ الْوُجُوهِ، عَلَيْهِمْ تِيجَانُ اللُّؤْلُؤِ، عَلَى رِقَابِهِمُ الْمَنَادِيلُ، بِأَيْدِيهِمُ الْأَكْوَابُ وَالْأَبَارِيقُ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَخْرُجُ مِنْ قَبْرِهِ شَاهِرًا سَيْفَهُ تَشْخَبُ أَوْدَاجُهُ دَمًا، اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرَّائِحَةُ رَائِحَةُ الْمِسْكِ، يَحْضُرُ فِي عَرْصَةِ الْقِيَامَةِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَ الْأَنْبِيَاءُ عَلَى طَرِيقِهِمْ لَتَرَجَّلُوا لَهُمْ مِمَّا يَرَوْنَ مِنْ بَهَائِهِمْ، حَتَّى يَأْتُوا عَلَى مَوَائِدَ مِنَ الْجَوْهَرِ فَيَقْعُدُوا عَلَيْهَا، وَيَشْفَعَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَجِيرَتِهِ، حَتَّى إِنَّ الْجَارَيْنِ لَيَخْتَصِمَانِ أَيُّهُمَا أَقْرَبُ، فَيَقْعُدُونَ مَعِي وَمَعَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى مَائِدَةِ الْخُلْدِ، فَيَنْظُرُونَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فِي كُلِّ بُكْرَةٍ وَعَشِيَّةٍ) [1]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: بے شک جب مجاہدین جہاد کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ ان کے لیے آگ سے براءت لکھ دیتا ہے، اور جب وہ جہاد کے لیے تیار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ان پر فخر کرتا ہے، اور جب ان کے گھر والے انہیں رخصت کرتے ہیں تو دیواریں، اور گھر ان پر روتے ہیں، اور وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جاتے ہیں جیسے سانپ اپنی کینچلی و جلد اتار دیتا ہے، اور اللہ عزوجل ان میں سے ہر شخص پر چالیس ہزار فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اس کے آگے، پیچھے، دائیں ،اور بائیں اس کی حفاظت کرتے ہیں، اور وہ کوئی نیکی نہیں کرتا مگر اس کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے، اور اس کے لیے ہر دن ایک ہزار ایسے لوگوں کی عبادت لکھی جاتی ہے جو اللہ کی عبادت ایک ہزار سال تک کریں، ہر سال تین سو ساٹھ دن کا، اور ہر دن دنیا کی عمر کے برابر ہوتا ہے، اور جب وہ دشمن کے مقابل آتے ہیں تو دنیا والوں کا علم اللہ کے اس اجر سے منقطع ہو جاتا ہے جو اللہ انہیں عطا کرتا ہے، اور جب وہ دشمن

1 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 10؛ بحار الانوار، جلد 97، صفحہ 12۔

کے مقابل نکلتے ہیں، نیزے تان لیے جاتے ہیں، تیر کمانوں پر چڑھا دیے جاتے ہیں، اور ایک آدمی دوسرے آدمی کے مقابل آتا ہے تو فرشتے اپنے پروں سے انہیں گھیر لیتے ہیں ، اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے نصرت، اور ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں، اور ایک ندا دینے والا نداء دیتا ہے: جنت تلواروں کے سائے تلے ہے، تو شہید کے لیے نیزے کی چبھن، اور تلوار کی ضرب گرمی کے دن ٹھنڈا پانی پینے سے بھی ہلکی ہو جاتی ہے، اور جب شہید نیزے یا ضرب سے اپنے گھوڑے سے گرتا ہے تو زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی اللہ عزوجل حورِ عین میں سے اس کی زوجہ کو بھیج دیتا ہے جو اسے اس عزت کی بشارت دیتی ہے جو اللہ نے اس کے لیے تیار کی ہے، پھر جب وہ زمین پر پہنچتا ہے تو وہ کہتی ہے: خوش آمدید اس پاکیزہ روح کو جو پاکیزہ بدن سے نکلی ہے، تمہارے لیے خوش خبری ہو تمہارے لیے وہ کچھ ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں اس کے اہل میں اس کا جانشین ہوں، جس نے انہیں راضی کیا اس نے مجھے راضی کیا، اور جس نے انہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا، اور اللہ اس کی روح کو سبز پرندوں کے جوف میں رکھ دیتا ہے جو جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتے ہیں، اس کے پھل کھاتے ہیں، اور عرش سے لٹکے ہوئے سونے کے قندیلوں میں ٹھکانا لیتے ہیں، اور ان میں سے ہر شخص کو فردوس کے ستر محل عطا کیے جاتے ہیں، ہر محل کی وسعت صنعاء سے شام تک ہوتی ہے، اس کا نور مشرق و مغرب کے درمیان بھر دیتا ہے، ہر محل میں ستر دروازے ہوتے ہیں، ہر دروازے پر لٹکے ہوئے پردے ہوتے ہیں، ہر محل میں ستر خیمے ہوتے ہیں، ہر خیمے میں سونے کے ستر تخت ہوتے ہیں جن کے پائے موتی، اور زبرجد کے ہوتے ہیں، زمرد کی سلاخوں سے جڑے ہوئے، ہر تخت پر چالیس بستر ہوتے ہیں، ہر بستر کی موٹائی چالیس ذراع ہوتی ہے، اور ہر بستر پر حورِ عین میں سے ستر جوڑے ہوتے ہیں، ایک ہی عمر ، اور خوبصورت، پھر ایک نوجوان نے کہا: اے امیر المؤمنین، مجھے تربۃ کے بارے میں بتائیے وہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ راضی اور پسندیدہ بیوی ہے، نیز اس کے لیے ستر ہزار خادم، اور ستر ہزار خادمائیں ہیں، زیورات زرد ہیں، چہرے سفید ہیں، ان کے سروں پر موتیوں کے تاج ہیں، گردنوں میں رومال ہیں، ہاتھوں میں پیالے، اور آبخورے ہیں، اور جب قیامت کا دن آئے گا تو وہ اپنی قبر سے ننگی تلوار لیے ہوئے نکلے گا، اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا، رنگ خون کا، اور خوشبو مشک کی ہوگی، وہ میدانِ قیامت میں حاضر ہوگا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر ان کے راستے میں انبیا بھی ہوتے تو ان کی شان دیکھ کر گھوڑوں سے اتر جائیں گے ، یہاں تک کہ وہ جواہرات کی میزوں پر آ بیٹھیں گے، اور ان میں سے ہر شخص اپنے اہل، اور پڑوسیوں میں سے ستر ہزار کی شفاعت

کرئے گا، یہاں تک کہ دوپڑوسی آپس میں جھگڑیں گے کہ اس کے کون زیادہ قریب ہے، پھر وہ میرے ساتھ اور ابراہیم (ع) کے ساتھ ہمیشگی کی میز پر بیٹھیں گے، اور وہ ہر صبح و شام اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔)

8- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (كُلُّ حَسَنَاتِ بَنِي آدَمَ تُحْصِيهَا الْمَلَائِكَةُ إِلَّا حَسَنَاتِ الْمُجَاهِدِينَ، فَإِنَّهُمْ يَعْجِزُونَ عَنْ عِلْمِ ثَوَابِهَا)[1]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: بنی آدم کی تمام نیکیاں فرشتے شمار کرتے ہیں، سوائے مجاہدین کی نیکیوں کے، کیونکہ وہ ان کے اجر کو جاننے سے عاجز ہو جاتے ہیں۔)

9- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (طُوبَى لِمَنْ أَكْثَرَ ذِكْرَ اللَّهِ فِي الْجِهَادِ، فَإِنَّ لَهُ بِكُلِّ كَلِمَةٍ سَبْعِينَ أَلْفَ حَسَنَةٍ، كُلُّ حَسَنَةٍ عَشْرَةُ أَضْعَافٍ، مَعَ مَا لَهُ عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْمَزِيدِ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَالنَّفَقَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَلَى قَدْرِ ذَلِكَ لِلضُّعَفَاءِ؟ قَالَ: نَعَمْ)[2]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: خوش خبری ہے اس کے لیے جو جہاد میں اللہ کا کثرت سے ذکر کرئے، کیونکہ اسے ہر کلمے کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ملتی ہیں، اور ہر نیکی دس گنا ہوتی ہے، اس اضافے کے علاوہ جو اللہ کے ہاں اس کے لیے ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، کیا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بھی کمزوروں کے لیے اسی قدر ہے؟ فرمایا: ہاں۔)

10- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (مَثَلُ الْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، كَمَثَلِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ، لَا يَزَالُ فِي صَوْمِهِ وَصَلَاتِهِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ)[3]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی مثال اس عبادت گزار کی سی ہے جو قیام و قنوت میں مشغول رہتا ہے، وہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹنے تک روزہ، اور نماز میں لگا رہتا ہو۔)

11- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (إِذَا خَرَجَ الْغَازِي مِنْ عَتَبَةِ بَابِهِ، بَعَثَ اللَّهُ مَلَكًا بِصَحِيفَةِ سَيِّئَاتِهِ فَطَمَسَ سَيِّئَاتِهِ)[4]

---

1 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 13؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 8۔
2 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 13؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 140۔
3 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 13؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 8۔
4 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 13؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 8۔

(اور رسول اللہ (ص) نے فرمایا: جب مجاہد اپنے گھر کی دہلیز سے باہر نکلتا ہے تو اللہ ایک فرشتہ اس کے پاس اس کے گناہوں کی فہرست کے ساتھ بھیجتا ہے، پھر وہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔)

12- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (لَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدُخَانٌ فِي جَهَنَّمَ) [1]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: اللہ کی راہ میں اڑنے والی گرد، اور جہنم کا دھواں کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔)

13- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (السُّيُوفُ مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ)[2]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: تلواریں جنت کی کنجیاں ہیں۔)

14- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَيَتَمَنَّى أَنْ يَخْرُجَ مِنْهَا إِلَّا الشَّهِيدَ، فَإِنَّهُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ مِمَّا يَرَى مِنْ كَرَامَةِ اللَّهِ)[3]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: جنت میں داخل ہونے والا کوئی شخص یہ تمنا نہیں کرتا کہ وہاں سے نکلے، سوائے شہید کے، کیونکہ وہ اللہ کی کرامت دیکھ کر یہ خواہش کرتا ہے کہ وہ دوبارہ لوٹے، اور دس مرتبہ قتل کیا جائے۔)

15- وَرَأَى صلى الله عليه وآله وسلم رَجُلًا يَدْعُو وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا تُسْأَلُ، فَأَعْطِنِي أَفْضَلَ مَا تُعْطِي، فَقَالَ (ص): (إِنِ اسْتُجِيبَ لَكَ أُهْرِيقَ دَمُكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ) [4]

(اور آپ (ص) نے ایک شخص کو دیکھا جو دعا کر رہا تھا، اور کہہ رہا تھا: اے اللہ! میں تجھ سے وہی خیر مانگتا ہوں جو تجھ سے مانگی جاتی ہے، پس مجھے وہ بہترین عطا فرما جو تو دیتا ہے۔ تو آپ (ص) نے فرمایا: اگر تیری دعا قبول ہو گئی تو اللہ کی راہ میں تیرا خون بہایا جائے گا۔)

16- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (إِنَّ لِي حِرْفَتَيْنِ اثْنَتَيْنِ: الْفَقْرَ، وَالْجِهَادَ) [5]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: میری دو پیشے ہیں: فقر، اور جہاد۔)

17- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (غَدْوَةٌ أَوْ رَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا) [6]

---

1 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 8؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 15، صفحہ 225۔
2 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 13؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 8۔
3 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 13؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 17۔
4 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 14؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 15۔
5 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 14؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 15۔
6 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 14؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 15۔

(اور آپ (ص) نے فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح یا شام نکلنا دنیا، اور اس میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔)

18- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (سِيَاحَةُ أُمَّتِي الْجِهَادُ) [1]

(رسول اللہ (ص) نے فرمایا: میری امت کی سیاحت جہاد ہے۔)

19- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (إِنَّ اللَّهَ يَدْفَعُ بِمَنْ يُجَاهِدُ عَمَّنْ لَا يُجَاهِدُ) [2]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: بے شک اللہ اُن لوگوں کے ذریعے جو جہاد کرتے ہیں اُن لوگوں کی طرف سے (آفات کو) دور کر دیتا ہے جو جہاد نہیں کرتے۔)

20- وَقَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: (بِإِنْفَاقِ الْمُهَجِ يَصِلُ الْعَبْدُ إِلَى بِرِّ حَبِيبِهِ وَقُرْبِهِ) [3]

(اور جعفر صادق (ع) نے فرمایا: جانوں کو خرچ کرنے کے ذریعے بندہ اپنے محبوب کی نیکی، اور اس کے قرب تک پہنچتا ہے۔)

21- وَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: (الْجِهَادُ فَرْضٌ عَلَى جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ لِقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ) [4]، فَإِنْ قَامَتْ بِالْجِهَادِ طَائِفَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَسِعَ سَائِرَهُمُ التَّخَلُّفُ عَنْهُ مَا لَمْ يَحْتَجِ الَّذِينَ يَلُونَ الْجِهَادَ إِلَى الْمَدَدِ، فَإِنِ احْتَاجُوا لَزِمَ الْجَمِيعَ أَنْ يُمِدُّوا حَتَّى يَكْتَفُوا، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: (وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً) [5]، وَإِنْ أَدْهَمَ أَمْرٌ يَحْتَاجُ فِيهِ إِلَى جَمَاعَتِهِمْ نَفَرُوا كُلُّهُمْ، قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: (انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَ أَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ[6]) [7]

(اور امیر المؤمنین علی (ع) نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بنا پر جہاد تمام مسلمانوں پر فرض ہے: (تم پر جنگ فرض کی گئی ہے۔) پس اگر مسلمانوں میں سے ایک جماعت جہاد قائم کرلے تو باقی لوگوں کے لیے اس سے پیچھے رہنا جائز ہے، جب تک کہ جہاد کرنے والوں کو مدد کی ضرورت نہ پڑے، اور اگر انہیں مدد کی ضرورت پڑ جائے

---

1 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 14؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 15۔

2 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 14؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 15۔

3 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 14؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 16۔

4 - سورۂ بقرہ، آیت 216۔

5 - سورۂ توبہ، آیت 122۔

6 - سورۂ توبہ، آیت 41۔

7 - دعائم الاسلام، جلد 1، صفحہ 341؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 14۔

تو سب پر لازم ہے کہ ان کی مدد کریں یہاں تک ان کی تعداد کفایت کر جائے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: (اور مومنین کے لیے مناسب نہیں کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔) اور اگر ایسا معاملہ پیش آ جائے جس میں سب کی جماعت درکار ہو تو سب نکل کھڑے ہوں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: (ہلکے ہو یا بوجھل، نکل کھڑے ہو، اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں، اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔))

22- وَقَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: (انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا)، قَالَ: (شُبَّانًا وَشُيُوخًا)[1]

(اور جعفر صادق (ع) نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں: (ہلکے ہو یا بوجھل)، فرمایا: (یعنی جوان ،اور بوڑھے۔)

23- و سئل الصادق عليه السلام عن قول الله عز وجل: (إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ[2]

أهذا لكل من جاهد في سبيل الله أم لقوم دون قوم ؟

فقال أبو عبد الله جعفر بن محمد (عليهما السلام): (إنه لما نزلت هذة الآية على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ،سأله بعض أصحابه عن هذا فلم يجبه ، فينزل الله بعقب ذلك

(التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ) [3]

فأبان الله عزوجل بهذا صفة المؤمنين الذين اشترى منهم أنفسهم (و أموالهم)،فمن أراد الجنة فليجاهد في سبيل الله على هذة الشرائط، و إلا فهو من جملة من قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: ينصر الله هذا الدين بأقوام لا خلاق لهم)[4]

(اور امام صادق (ع) سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں سوال کیا گیا: (بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں، اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، پس وہ قتل کرتے

---

1 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 15؛ تفسیر مجمع البیان، جلد 5، صفحہ 59۔

2 - سورۂ توبہ، آیت 111۔

3 - سورۂ توبہ، آیت 112۔

4 - دعائم الاسلام، جلد 1، صفحہ 341؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 15۔

ہیں، اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ اس پر حق وعدہ ہے جو تورات، انجیل ،اور قرآن میں ہے، اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے، پس اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے کیا ہے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔)

کیا یہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا کسی خاص قوم کے لیے؟

تو ابو عبد اللہ جعفر بن محمد (ع) نے فرمایا: (جب یہ آیت رسول اللہ (ص) پر نازل ہوئی تو آپ کے بعض اصحاب نے اس کے بارے میں سوال کیا، مگر آپ نے انہیں جواب نہ دیا، پھر اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

(توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (اللہ کی راہ میں) سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، اور مومنوں کو خوش خبری دے دیجیے۔)

پس اللہ عزوجل نے اس کے ذریعے ان مومنوں کی صفات واضح فرمادیں جن سے اس نے ان کی جانیں (اور ان کے مال) خریدے ہیں، لہٰذا جو جنت کا خواہاں ہو اسے انہی شرائط کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہیے، ورنہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں رسول اللہ (ص) نے فرمایا: اللہ اس دین کی مدد ایسے لوگوں کے ذریعے بھی کرتا ہے جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں ہوتا۔)

24- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (أَصْلُ الْإِسْلَامِ الصَّلَاةُ، وَفَرْعُهُ الزَّكَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ) [1]

(اور آپ (ع) نے فرمایا: اسلام کی بنیاد نماز ہے، اس کی شاخ زکوۃ ہے، اور اس کی چوٹی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔)

25- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (جَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَيْدِيكُمْ، فَإِنْ لَمْ تَقْدِرُوا فَجَاهِدُوا بِأَلْسِنَتِكُمْ، فَإِنْ لَمْ تَقْدِرُوا فَجَاهِدُوا بِقُلُوبِكُمْ) [2]

(اور آپ (ع) نے فرمایا: اللہ کی راہ میں اپنے ہاتھوں سے جہاد کرو، اگر تم اس کی قدرت نہ رکھتے ہو تو اپنی زبانوں سے جہاد کرو، اور اگر اس کی بھی قدرت نہ رکھتے ہو تو اپنے دلوں سے جہاد کرو۔)

---

1 - دعائم الاسلام، جلد 1، صفحہ 342؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 15۔

2 - دعائم الاسلام، جلد 1، صفحہ 343؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 16۔

26- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (عَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَعَ كُلِّ إِمَامٍ عَادِلٍ، فَإِنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ)[1]

(اور آپ (ع) نے فرمایا: ہر عادل امام کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کو لازم پکڑو، کیونکہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔)

27- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (مَا مِنْ قَطْرَةٍ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنْ قَطْرَةِ دَمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ قَطْرَةِ دَمْعٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ)[2]

(اور رسول اللہ (ص) نے فرمایا: اللہ تعالٰی کے نزدیک کسی قطرے سے زیادہ محبوب کوئی قطرہ نہیں، سوائے اس خون کے قطرے کے جو اللہ کی راہ میں بہایا جائے، یا اس آنسو کے قطرے کے جو رات کے اندھیرے میں اللہ کے خوف سے بہے۔)

28- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (كُلُّ مُؤْمِنٍ مِنْ أُمَّتِي صِدِّيقٌ وَشَهِيدٌ، وَيُكْرِمُ اللَّهُ بِهَذَا السَّيْفِ مَنْ شَاءَ مِنْ خَلْقِهِ، ثُمَّ تَلَا: (وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ) [3])[4]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: میری امت کا ہر مومن صدیق، اور شہید ہے، اور اللہ اس تلوار کے ذریعے اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور جو لوگ اللہ، اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، وہی اپنے رب کے ہاں صدیق، اور شہید ہیں۔)

29- و قال جعفر بن محمد عليه السلام :(كُلُّ عَيْنٍ سَاهِرَةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا ثَلَاثَ عُيُونٍ: عَيْنٌ سَهِرَتْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَعَيْنٌ غَضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللَّهِ، وَعَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ)[5]

(اور جعفر بن محمد (ع) نے فرمایا: قیامت کے دن ہر آنکھ سوئی ہوئی ہوگی سوائے تین آنکھوں کے: ایک وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں جاگتی رہی، دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے نگاہ جھکائے رکھی، اور تیسری وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روتی رہی۔)

---

1 - دعائم الاسلام، جلد 1، صفحہ 343؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 16۔
2 - دعائم الاسلام، جلد 1، صفحہ 343؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 16۔
3 - سورۂ حدید، آیت 19۔
4 - دعائم الاسلام، جلد 1، صفحہ 343؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 16۔
5 - دعائم الاسلام، جلد 1، صفحہ 343؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 17۔

30- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (مَنْ رَابَطَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَوْمًا وَلَيْلَةً، كَانَ يَعْدِلُ صِيَامَ شَهْرِ رَمَضَانَ وَقِيَامَهُ، لَا يُفْطِرُ وَلَا يَنْفَتِلُ عَنْ صَلَاةٍ إِلَّا لِحَاجَةٍ)[1]

(اور رسول اللہ (ص) نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن، اور ایک رات سرحد پر پہرہ دے، اس کا اجر رمضان کے مہینے کے روزوں، اور اس کی راتوں کے قیام کے برابر ہوتا ہے کہ جو نہ روزہ توڑے، اور نہ نماز سے ہٹے مگر کسی خاص ضرورت کے وقت ۔)

31- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (خَيْرُ النَّاسِ رَجُلٌ حَبَسَ نَفْسَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، يُجَاهِدُ أَعْدَاءَهُ، يَلْتَمِسُ الْمَوْتَ أَوِ الْقَتْلَ فِي مَصَافِّهِ)[2]

(رسول اللہ (ص) نے فرمایا: سب سے بہترین انسان وہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں اپنے آپ کو روک لیا، اپنے دشمنوں سے جہاد کیا، صفِ جنگ میں موت یا قتل کی جستجو میں لگا رہا۔)

32- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (مَقَامُ أَحَدِكُمْ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةٍ فِي بَيْتِهِ سَبْعِينَ عَامًا، وَيَوْمٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ يَوْمٍ فِيمَا سِوَاهُ)[3]

(رسول اللہ (ص) نے فرمایا: تم میں سے کسی کا ایک دن اللہ کی راہ میں کھڑا رہنا اپنے گھر میں ستر برس کی نماز سے بہتر ہے، اور اللہ کی راہ میں ایک دن اس کے سوا ہزار دنوں سے بہتر ہے۔)

33- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم:(يَرْفَعُ اللَّهُ الْمُجَاهِدَ فِي سَبِيلِهِ عَلَى غَيْرِهِ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ، مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)[4]

(رسول اللہ (ص) نے فرمایا: اللہ اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کو جنت میں دوسروں پر سو درجے بلند کرتا ہے، اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان، اور زمین کے درمیان ہے۔)

34- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (الْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قُوَّادُ أَهْلِ الْجَنَّةِ)[5]

(رسول اللہ (ص) نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے جنت والوں کے قائد ہیں۔)

---

1 - عوالی اللئالی، جلد 1، صفحہ 103؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 28۔
2 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 17؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 17۔
3 - شرح الأخبار، جلد 1، صفحہ 327؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 18۔
4 - شرح الأخبار، جلد 1، صفحہ 327؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 18۔
5 - شرح الأخبار، جلد 1، صفحہ 327؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 18۔

35- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (مَا مِنْ قَطْرَةٍ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ قَطْرَتَيْنِ: قَطْرَةِ دَمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَقَطْرَةِ دَمْعَةٍ فِي سَوَادِ اللَّيْلِ، لَا يُرِيدُ بِهِمَا الْعَبْدُ إِلَّا اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ) [1]

(رسول اللہ (ص) نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ محبوب کوئی قطرہ نہیں: ایک اللہ کی راہ میں بہنے والا خون کا قطرہ، اور دوسرا رات کے اندھیرے میں بہنے والا آنسو کا قطرہ، جن دونوں سے بندہ صرف اللہ عزوجل کی رضا چاہتا ہو۔)

36- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (أَلَا وَإِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَتَحَهُ اللَّهُ لِأَوْلِيَائِهِ) [2]

(رسول اللہ (ص) نے فرمایا: سن لو! بے شک جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جسے اللہ نے اپنے اولیاء کے لیے کھولا ہوا ہے۔)

37- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا بِسِلْكٍ أَوْ إِبْرَةٍ، غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ) [3]

(رسول اللہ (ص) نے فرمایا: جس نے کسی مجاہد کو ایک تسمہ یا سوئی تک فراہم کی، اللہ اس کے پچھلے، اور آنے والے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔)

38- و قال صلى الله عليه وآله وسلم: (مَنْ أَعَانَ غَازِيًا بِدِرْهَمٍ، فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ سَبْعِينَ دُرًّا مِنْ دُرَرِ الْجَنَّةِ وَيَاقُوتِهَا، لَيْسَ مِنْهَا حَبَّةٌ إِلَّا وَهِيَ أَفْضَلُ مِنَ الدُّنْيَا) [4]

(اور آپ (ص) نے فرمایا: جس نے ایک درہم کے ساتھ کسی مجاہد کی مدد کی، اس کے لیے جنت کے ستر موتیوں ،اور یاقوتوں کے برابر اجر ہے، جن میں سے ایک دانہ ہی اس دنیا سے بہتر ہے۔)

39- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ قِيَامِ شَهْرٍ وَصِيَامِهِ، وَمَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَانَ لَهُ أَجْرُ مُجَاهِدٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) [5]

---

1 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 18، حدیث 12314۔
2 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 21۔
3 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 24؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 22۔
4 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 24؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 22۔
5 - عوالی اللئالی، جلد 1، صفحہ 87؛ مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 28۔

(اور رسول اللہ (ص) نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرہ دینا ایک مہینے کے قیام، اور روزے سے بہتر ہے، اور جو شخص اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے فوت پا جائے، تو قیامت تک اسے مجاہد کا اجر ملتا رہے گا۔)

40- و قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (مَنْ لَزِمَ الرِّبَاطَ لَمْ يَتْرُكْ مِنَ الْخَيْرِ مَطْلَبًا وَلَمْ يَتْرُكْ مِنَ الشَّرِّ مَهْرَبًا)[1]

(اور رسول اللہ (ص) نے فرمایا: جو شخص پہرہ دینے کو لازم پکڑ لے، وہ خیر کی کسی طلب سے محروم نہیں رہے گا، اور نہ ہی وہ شر سے بچنے کا کوئی راستہ چھوڑتا ہے۔)

***

1 - مستدرک الوسائل، جلد 11، صفحہ 28؛ جامع احادیث الشیعہ، جلد 13، صفحہ 27۔

ضمیمہ (2): قرآن کی روشنی میں چند اِشارات

میں اللہ اور اس کے رسول (ص) کے صدقے سے استغفار کرتا ہوں، اور مومنین سے آیات پر تبصرہ نہ کر سکنے پر، وقت کی تنگی کے باعث، معذرت خواہ ہوں، جو یہ تنگی ابتدا سے انتہا تک میری ہی کوتاہی کی وجہ سے ہے، اور اہلِ کرم کوتاہی کرنے والوں کے لیے عذر تلاش کر لیتے ہیں، پس میں امید رکھتا ہوں کہ مومنین مجھے اپنے ربِ رحیم کے حضور دعا اور استغفار میں نہیں بھولیں گے، اور میں ان آیات کے معانی میں غور و فکر، اور ان میں وارد ہونے والی الٰہی حکمت سے سیراب ہونے کو مومنین پر چھوڑ دیتا ہوں۔

1-(وَمَن جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ) [1]

(اور جو کوئی جہاد کرتا ہے تو وہ اپنے ہی لئے جہاد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔)

2-(لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا) [2]

(مسلمانوں میں سے بلا عذر بیٹھ رہنے والے اور وہ لوگ جو راہِ خدا میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے ج جہاد کرتے ہیں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ نے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو درجے کے اعتبار سے بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے اور اگرچہ اللہ نے سب کے لیے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ مگر اس نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بڑے اجر کے ساتھ فضیلت عطا کی ہے۔)

3-(لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ) [3]

(اور ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم (وظاہر) کریں اور تمہارے حالات کی جانچ کر لیں۔)

---

[1] - سورۂ عنکبوت، آیت 6۔

[2] - سورۂ نساء، آیت 95۔

[3] - سورۂ محمد، آیت 31۔

4-(أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ) [1]

((اے مسلمانو!) کیا تم کو یہ خیال ہے کہ تم یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ ن (جانچ کر) ے تم میں سے (واقعی) جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو معلوم نہیں کیا؟)

5-(أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ) [2]

(کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو معلوم نہیں کیا جو جہاد کرتے ہیں اور اللہ، اس کے رسول اور اہلِ ایمان کے سوا کسی کو رازدار نہیں بناتے، اور اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔)

6-(لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنفُسِهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) [3]

(لیکن رسول اللہ اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی وہ ہیں جن کے لئے ساری بھلائیاں ہیں۔اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔)

7- (ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِن بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ) [4]

(پھر بے شک آپ کا پروردگار ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے (سخت) آزمائش میں مبتلا ہونے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور صبر کیا، یقیناً (آپ کا) پروردگار ان اعمال کے بعد بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔)

8-(قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ) [5]

---

[1] - سورۂ آلِ عمران، آیت 142۔
[2] - سورۂ توبہ، آیت 16۔
[3] - سورۂ توبہ، آیت 88۔
[4] - سورۂ نحل، آیت 110۔
[5] - سورۂ توبہ، آیت 29۔

(اہلِ کتاب میں سے وہ لوگ جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے انہیں حرام نہیں جانتے، اور دینِ حق کو اختیار نہیں کرتے ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور (ذلیل و) مغلوب ہو کر رہیں۔)

9-(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ)[1]

(اے ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو جو تمہارے آس پاس ہیں اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں، اور جان لو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔)

10-(لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ)[2]

(جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی آپ سے اجازت طلب نہیں کریں گے کہ وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں، اور اللہ پرہیز گاروں کو خوب جاننے والا ہے۔)

11-(فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ)[3]

(جو (منافق جنگ تبوک میں) پیچھے رہ گئے تھے، وہ رسولِ خدا (ص) کی مخالفت میں اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے، اور خدا کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنا انہیں ناگوار گزرا، اور انہوں نے کہا کہ اس گرمی میں نہ نکلو۔ کہہ دیجیے! دوزخ کی آگ (اس سے) زیادہ گرم ہے کاش وہ یہ بات سمجھتے۔)

12-(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ)[4]

---

[1] - سورۂ توبہ، آیت 123۔

[2] - سورۂ توبہ، آیت 44۔

[3] - سورۂ توبہ، آیت 81۔

[4] - سورۂ مائدہ، آیت 54۔

(اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے (پھر جائے) تو عنقریب اللہ ایسے قوم لے آئے گا جس سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔ وہ مؤمنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے، عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔)

13-(الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا) [1]

(جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو۔ بے شک شیطان کا مکر کمزور ہے۔)

14-(إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) [2]

(بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کی جانیں خرید لی ہیں اور ان کے مال بھی اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کے لیے جنت ہے وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں پھر قتل کرتے اور قتل کیے جاتے ہیں۔ یہ اللہ کے ذمے تورات، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے، اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے وعدہ کا پورا کرنے والا کون ہے؟ پس تم اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے کیا ہے خوش ہو جاؤ، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔)

15-(أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ) [3]

(اجازت دی گئی ہے ان لوگوں کو جن سے جنگ کیا جارہا ہے، اس بناء پر کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔)

16-(إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ) [4]

---

[1] - سورۂ نساء، آیت 76۔
[2] - سورۂ توبہ، آیت 111۔
[3] - سورۂ حج، آیت 39۔
[4] - سورۂ صف، آیت 4۔

(بے شک خدا ان لوگوں (مجاہدوں) کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں یوں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں، گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔)

17- (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَ أَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) [1]

(تم پر جنگ کرنا فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)

18-(أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِن كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِن دِيَارِنَا وَ أَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ) [2]

(کیا تم نے جناب موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا کہ جب انہوں نے اپنے نبی (ص) سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے تاکہ ہم (اس کی زیر قیادت) راہِ خدا میں جنگ کریں۔ اس نبی نے فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ جب جنگ تم پر واجب ہو جائے۔ تو پھر تم جنگ نہ کرو۔ انہوں نے کہا ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں؟ حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور اپنی اولاد سے نکال دیا گیا ہے؟ مگر جب جنگ ان پر واجب قرار دی گئی تو ان کے تھوڑے کے سوا سب منحرف ہوگئے (پھر گئے) اور خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے۔)

19-(أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ آتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا) [3]

(کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز پڑھو اور زکوۃ ادا کرو؟ پھر جب ان پر جدال و قتال فرض کر دیا گیا۔ تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا، جیسے اللہ سے ڈرنا

---

[1] - سورۂ بقرہ، آیت 216۔

[2] - سورۂ بقرہ، آیت 246۔

[3] - سورۂ نساء، آیت 77۔

چاہیے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور کہنے لگا اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا۔ ہمیں کچھ مدت اور مہلت کیوں نہ دی؟ کہہ دیجیے: کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور جو متقی و پرہیزگار ہے اس کے لئے آخرت بہت بہتر ہے اور تم پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔)

20-(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ)[1]

(اے نبی (ص)! اہلِ ایمان کو جنگ پر آمادہ کرو۔ اگر تم میں سے بیس صابر (ثابت قدم) آدمی ہوں گے تو وہ دو سو (کافروں) پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو ہوئے تو کافروں کے ایک ہزار پر غالب آ جائیں گے کیونکہ وہ ایسی قوم ہیں جو سمجھ بوجھ نہیں رکھتی۔)

21-(وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ)[2]

(اور ایمان والے کہتے ہیں: کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی جاتی؟ پس جب ایک محکم سورہ نازل کی جاتی ہے اور اس میں جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ (ص) ان لوگوں کو دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے وہ آپ (ص) کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے اس شخص کی نگاہ ہو جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو گئی ہو۔)

22-(طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ)[3]

(اطاعت اور اچھی بات ہی ان کے لیے بہتر تھی اور جب (جہاد کا) قطعی فیصلہ ہو جاتا تو اگر یہ اللہ سے (اپنے عہد میں) سچے ثابت ہوتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔)

23-(فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا)[4]

(پس کافروں کی اطاعت نہ کرو، اور اللہ کے حکم کے مطابق ان کے ساتھ بڑا جہاد کرو۔)

---

[1] - سورۂ انفال، آیت 65۔

[2] - سورۂ محمد، آیت 20۔

[3] - سورۂ محمد، آیت 21۔

[4] - سورۂ فرقان، آیت 52۔

24-(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَ إِيَّاكُمْ ۙ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَ أَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ ۚ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ)[1]

(اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو اپنا دوست نہ بناؤ تم ان کی طرف محبت کے پیغام ڈالتے ہو حالانکہ وہ اس (دینِ) حق کا انکار کر چکے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے اور اس وجہ سے کہ تم اللہ، اپنے رب پر ایمان لائے تھے، وہ رسول کو اور تمہیں (تمہارے گھروں سے) نکال دیتے ہیں۔جب تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا کی طلب میں نکلے ہو (تو ایسا نہ کرو)، تم ان سے پوشیدہ طور پر دوستی رکھتے ہو، حالانکہ میں اس سب کو خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو، اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک گیا ہے۔)

[1] - سورۂ ممتحنہ، آیت 1۔